ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ جون ۲۰۲۴ء
JUNE-2024 Rs. 30/-

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری ازہری بریلوی
مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

اسلام اور قربانی

قربانی! اہمیت وضرورت

قربانی! اہمیت وافادیت

حج وزیارت اور سیلفی کا جنون

عید قرباں! فضائل ومسائل

فلسفۂ قربانی اور ہمارا معاشرہ

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حج وعمرہ کی نمائش اور پرچار کرتے مسلمان

امیر المومنین حضرت عثمان غنی! فضائل وکمالات

قربانی، گوشت خوری اور مخالفین کے بے جا اعتراضات

عید مبارک

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، هند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتئ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتئ اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزی ادارۂ اہلسنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۶
Issue No. 6
Vol. 9 جلد نمبر 9

۱۴۴۵ھ
ذی الحجہ
جون ۲۰۲۴ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپیے
سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	قربانی، گوشت خوری اور مخالفین کے بے جا اعتراضات	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۵
اسلامیات	فلسفۂ قربانی اور ہمارا معاشرہ	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۱۸
☞	قربانی! اہمیت وضرورت	مفتی افتخار احمد امجدی	۲۲
☞	قربانی! اہمیت وافادیت	مفتی محمد ارشد نعیمی قادری	۲۵
☞	عید قرباں! فضائل ومسائل	مولانا سبطین رضا مرتضوی	۲۹
احوال قوم وملت	حج وزیارت اور سیلفی کا جنون	محمد تحسین رضا نوری	۳۰
☞	حج وعمرہ کی نمائش اور پرچا کرتے مسلمان	مولانا طاہر القادری کلیم فیضی	۳۳
اسلاف واخلاف	امیر المومنین حضرت عثمان غنی! فضائل وکمالات	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۵
قند مکرر	اسلام اور قربانی	نبیرۂ حافظ الملک مولانا وحید احمد خاں	۳۷
نسوانیات	ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی	۴۳
منظومات	رنگ ہے اترا ہوا فردوس کے رخسار کا	قاری نعیم الدین قادری	۴۶
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۷
احوال وطن	بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ رسالہ دردناک سفر	مولانا محمد زاہد علی مرکزی	۵۱
خیر وخبر	چترادرگہ میں اشاعت سنیت کانفرنس اور ادارہ شرعیہ کا قیام	قاضی مشتاق احمد نظامی	۵۲

مشمولات

ارشادات تاج الشریعہ

سوال: بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے پیر یا کسی بزرگ کے نام سے قربانی کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ خود صاحب نصاب ہوتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: پیر وغیرہ کے نام سے قربانی کرنا صدقۂ نافلہ ہے، اگر اپنے اوپر قربانی واجب ہے تو اپنے واجب کو چھوڑ کر نفل ادا کرنا جائز نہیں ہے، پہلے اپنے واجب کو ادا کریں، پھر اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہے تو پیر کے نام سے، حضور اکرم ﷺ کے نام سے اور دیگر اولیائے کرام کے نام سے بلکہ جس کے نام سے چاہیں قربانی کریں۔ [تاج الشریعہ کی علمی مجالس، ص ۲۲۷]

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

قربانی، گوشت خوری اور مخالفین کے بے جا اعتراضات

اداریہ

اسلام کی روزافزوں ترقی سے چودہ سوسال قبل بھی مخالفین کے سینے پر سانپ لوٹ رہا تھا اور آج بھی اس کی مقبولیت سے ان کے دلوں میں بغض وحسد اور تعصب وعناد کے انگارے دہک رہے ہیں، آج نہ صرف اسلام اور مسلمانوں پر مختلف بہانوں سے طعن و تشنیع کی جاتی ہے بلکہ حکمت وموعظت سے مملو اسلامی احکامات وعبادات کو بھی تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے بالخصوص ہندوستان میں قربانی اور گوشت خوری کے مسئلے پر ہندوؤں کی طرف سے اکثر یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ اسلام جانوروں پر ظلم وستم اور ان کے حقوق کی پامالی کرتا ہے، مسلمان محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بے زبان جانوروں کا بہیمانہ قتل کرتے ہیں، قربانی کیلئے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا صرف مسلمان ہی گوشت خور ہیں، ہندو یا دوسری قومیں نہیں؟ کیا اس کی اجازت صرف اسلام ہی میں ہے، ہندو مذہب میں اس کی اجازت نہیں؟ جب ہم اقوام عالم پر غائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو دنیا کی ایسی کوئی بھی قوم نظر نہیں آتی جو گوشت خور نہ ہو، کم وبیش دنیا کی سبھی قومیں گوشت کھاتی ہیں۔

اس سلسلے میں کسی بھی غور وفکر سے پہلے صرف اپنے شہر کی میٹ یا چکن شاپ پہ موجود لوگوں کا جائزہ لیں تو وہاں ہندوؤں کی اچھی خاصی بھیڑ ان اعتراضات کی قلعی کھولتی ہوئی نظر آئے گی کہ جب ہندوؤں کی غالب اکثریت نہ صرف گوشت خوری کی عادی ہے بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد دیدہ ودانستہ جانوروں کی خرید وفروخت میں بھی ملوث ہے حتی کہ جب ان کے گائے بیل قابل انتفاع نہیں رہ جاتے تو یہ خود انہیں قصابوں کے حوالے کرنے میں بھی کوئی ہتک نہیں محسوس کرتے، ایسے میں گوشت خوری کے ذریعہ جانوروں پر ظلم وزیادتی کا الزام صرف مسلمانوں ہی کے سر کیوں؟ ایک ہی عمل اگر آپ کریں تو حق وصواب اور اگر مسلمان کریں تو ظلم اور عذاب؟ حق وباطل کا یہ دوہرا معیار کیوں؟ مسلمانوں سے ایسا تعصب کس لئے؟ آخر یہ کیسا انصاف ہے؟۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ جب انسان تعصب وتنگ نظری کا شکار ہوجاتا ہے تو وہ خود کیا کررہا ہے یہ سوچے سمجھے بغیر دوسروں کے عمل پر اعتراضات کرنا اپنا شیوہ بنالیتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ خود شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے محل پر پتھر پھینکنا شروع کردیتا ہے اور اس حقیقت کو یکسر فراموش کربیٹھتا ہے کہ خود اس کا گھر شیشے کا ہے جو صرف ایک معمولی پتھر کے ضرب سے چکنا چور ہوسکتا ہے، اب آپ ہندوؤں کے اس ذہنی دیوالیہ پن کو کیا کہئے گا کہ خود ان کی مذہبی کتابوں میں گوشت خوری کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ کھانے والے پر کسی طرح کا گناہ عائد نہ ہونے کی صراحت بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو''منواسمرتی'' باب ۵:

"جو لوگ ایسے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جن کا گوشت کھانے کے لائق ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں خواہ وہ روزانہ ایسا کرتے ہوں کیوں کہ خود ایشور نے کچھ کو کھانے اور کچھ کو کھائے جانے کے لئے پیدا کیا ہے۔"

براہو تعصب وتنگ نظری کا جس نے اچھے بھلے انسانوں کو ایسے ذہنی فتور میں مبتلا کردیا ہے کہ انہیں اپنے مذہبی قاعدے، قانون کی بھی دھجیاں اڑانے میں کوئی شرم وحیا نہیں محسوس ہوئی، بھلا ایسے لوگ کسی دوسرے مذہب کے احکامات وعبادات کا کیا احترام کرسکتے ہیں جنھیں خود اپنے مذہبی احکامات کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایک موقع پر پِتامہ بھیشم نے مرنے والوں کی ''آتما کی شانتی'' کے لئے دھرم راج یدھشٹھر کو شرادھ میں ۱۲؍سے زیادہ قسم کے جانوروں کا گوشت کھلانے کا مشورہ دیا اور ہر ایک جانور کے گوشت کی الگ الگ فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا:

"اے یدھشٹھر میری بات سنو وہ کون سی چیزیں ہیں جو شرادھ کے دوران پیش کرنا مناسب ہے اور وہ کون سے پھل ہیں جو ہر ایک سے جڑے ہیں؟ شرادھ کے وقت سیسم، بیج، چاول، باجرہ، پانی جڑ، اور پھل پیش کئے جائیں تو آبا و اجداد کو ایک ماہ تک سکون ملتا ہے، اگر مچھلی شرادھ میں پیش کی جائے تو وہ اس سے دو ماہ تک سکون میں رہتے ہیں ''بھیڑ'' کا گوشت پیش کیا جائے تو تین ماہ تک ''خرگوش'' کے گوشت سے چار ماہ تک ''بکری'' کے گوشت سے پانچ ماہ تک ''سور'' کے گوشت سے چھ ماہ تک ''پرندوں'' کے گوشت سے سات ماہ تک ''پرشتا ہرن'' کے گوشت سے آٹھ ماہ تک ''رُورُو ہرن'' کے گوشت سے نو ماہ تک ''گوایا'' کے گوشت سے دس ماہ تک ''بھینس'' کے گوشت سے گیارہ ماہ تک اور ''گائے'' کے گوشت سے پورے ایک سال تک انہیں سکون ملتا ہے، اگر گھی کے ساتھ ملا ہوا ''پایس'' پیش کیا جائے تو یہ گائے کے گوشت کی طرح اجداد کی روحوں کو سکون دیتا ہے ''ودھری ناسا'' کے گوشت سے بارہ سال تک اور ''گینڈے'' کا گوشت قمری تاریخ کے مطابق ان کی برسی میں پیش کیا جائے تو وہ انہیں ہمیشہ راحت وسکون میں رکھتا ہے ''کلا سکا'' جڑی بوٹی ''کنچنہ پھل'' کی پتیاں اور ''سرخ بکری'' کا گوشت پیش کیا جائے تو اس سے بھی انہیں دائمی سکون ملتا ہے۔"

[مہابھارت، انوشاسن پرو، باب ۹۹]

مذکورہ اقتباس نے گوشت خوری کے سلسلے میں ہندوؤں کے سارے اعتراضات کی دھجیاں بکھیر دیں جس سے ان کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آکر ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور'' کی کہانی بیان کر رہا ہے کہ ہندو مذہب میں نہ صرف گوشت خوری کی اجازت ہے بلکہ شرادھ میں گوشت کھلانے سے مردوں کو راحت وسکون ملنے کا تصور بھی موجود ہے، اس کے باوجود بھی اگر مسلمانوں کے سر جانوروں پر ظلم وستم اور بہیمیت وبربریت کا الزام رکھا جاتا ہے تو اسے ''دیوانے کے بڑ'' کے سوا، اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ گائے سے متعلق ہندوؤں کی ''آستھا'' کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھ گیا کہ اپنے مردوں کی آتما کی شانتی اور ان کے سکون وراحت کے لئے گئوکشی کی جا سکتی ہے، اس کے گوشت کی بوٹی بوٹی کر کھایا اور کھلایا جا سکتا ہے، اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنی جا سکتی ہے، یہ نہ تو ''گئوہتیا'' ہے نہ اس میں اس کی توہین ہے لیکن اگر زندہ لوگوں کی اچھی خوراک اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے جائز طور پر یہ عمل اگر مسلمان کریں تو اسے ''گئوہتیا'' اور ''مذہبی آستھا'' کو ٹھیس پہنچانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر گائے سے ان کی کوئی ''مذہبی آستھا'' جڑی ہوتی تو ان کا ''دھرم یودھا'' کسی ''دھرم راج'' کو شرادھ میں گئوکشی اور اس کا گوشت کھلا کر مردوں کی ''آتما کو شانتی'' پردان کرنے کا مشورہ ہرگز نہ دیتا؟ آخر وہ کیسا بیٹا ہوگا جو خود تو ماں کا گوشت کھائے اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنے اور اگر دوسرے ایسا کریں تو ان سے یہ کہے کہ یہ ''میری گئوماتا'' ہے خبردار جو اس کی ''ہتیا'' کی، ہم اس کا ''اپمان'' ہرگز برداشت نہیں کریں گے! کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ، ایسی آستھا پہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول! ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں، کیا وہ جانور نہیں؟ کیا ان کی جان، جان نہیں؟ کیا ان کی ایذا احرام نہیں؟ کیا ان کا قتل ''ہتیا'' نہیں؟ اور خود کتب ہنود سے جو رام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اس ''ہتیا'' کا کیا علاج؟

اداریہ

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً ''گئو ماتا'' کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادتمندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں، جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول پر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تیا پنچے کھائے۔ ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہرگز تعظیم نہیں کرتے بلکہ اس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جا بجا ان کے جسم زخمی ہو جاتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے بار برداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مر گئے، تو معلوم ہوا کہ بیل ان کے یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بر بنائے تعظیم ہے تو چاہیئے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں ورنہ ان کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/ ۴۴۷]

حالیہ دنوں میں ایسے بہت سارے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں پولیس نے گئو تسکری کرتے ہوئے کئی ہندوؤں کو پکڑا، اور نہ معلوم کتنے گئوشالاؤں میں گائیوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر مار دیا گیا، ملک میں بڑے بڑے سلاٹر ہاؤس کے مالکان بھی ہندو ہی ہیں، شہروں میں روزانہ سیکڑوں آوارہ گائیں پلاسٹک کھا کر تڑپ تڑپ کر مر رہی ہیں لیکن ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

اسلام میں جانوروں کے حقوق

مذکورہ سطور نے یہ بات واضح کر دی کہ یہ سارے اعتراضات محض اسلام دشمنی کی پیداوار اور عالمی سطح پر اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہونے کا شاخشانہ ہے ورنہ سچی بات تو یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی سبھی نوع بنوع مخلوقات کو انسانوں کی آرام وآشائش اور ضرورت کے مطابق استعمال کے لئے پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کے بنیادی حقوق متعین کر کے انسانوں کو ان کی رعایت کا پابند کیا ہے، نیز ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو حقوق العبد کے تحت گنہگار قرار دیا ہے۔

چنانچہ اسلام نے دیگر مخلوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی متعدد حقوق متعین کئے ہیں مثلاً انہیں پالنے کے حقوق، ان سے کام لینے کے حقوق اور بوقت ضرورت انہیں مختلف شکلوں میں استعمال کے حقوق بھی واضح فرما دیئے ہیں نیز ان کی بھوک، پیاس کا خیال رکھنے، انہیں سائے میں باندھنے، ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادنے اور دیگر سبھی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی واضح لفظوں میں تاکید کی ہے حتی کہ ان کی گردن میں ڈالی جانے والی رسّی کیسی ہو، کتنی لمبی ہو اس کی بھی تفصیل بیان کر دی ہے، چنانچہ خالق کائنات نے پالتو جانوروں کے لئے چارے، پانی کا انتظام انسانوں کے سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے، تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔" [طٰہٰ، ۱۶/ ۵۳ – ۵۴]

چونکہ پالتو جانور اپنی مرضی کے مطابق کھانے پینے، رہنے، سہنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے انہیں مناسب وقت پر معقول چارہ دینے اور دیگر معاملات میں ان کے ساتھ شفقت ومروت کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قال فدخل حائطا لرجل من الأنصار فاذا جمل فلما رأى النبى صلى الله عليه وسلم حنّ وذرفت

عیناہ فأتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمسح ذفراہ فسکت فقال من رب ھٰذا الجمل ؟لمن ھٰذا الجمل ؟ فجاء فتی من الأنصار فقال لی، یارسول اللہ، أفلا تتقی اللہ فی ھٰذہ البھیمۃ التی ملک اللہ ایاھا فانہ شکانی انک تجیعہ و تدئبہ۔ یعنی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، جہاں ایک اونٹ نے آپ کو دیکھا تو رونے لگا، حضور نے اس کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرا تو وہ چپ ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا میں اس کا مالک ہوں یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: تم اس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جو اللہ کی ملک ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس سے مسلسل کام لیتے ہو۔" [ابوداؤد شریف، ۱/ ۳۴۵]

نیز حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعیر قد لحق ظھرہ ببطنہ قال اتقوا اللہ فی ھٰذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ و کلوھا صالحۃ۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی آپ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو! ان پر سوار ہو جب یہ سواری کے لائق ہوں اور انہیں چھوڑ دو لائق سواری کی حالت میں۔" [ابوداؤد شریف، ۱/ ۳۴۵]

اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر جنت کی خوشخبری دی ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی پر سخت لعنت کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ علیہ وسلم قال بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلھث یأکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ ھٰذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملأ خفہ ماء ثم أمسکہ بفیہ حتی رقی فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ، قالوا یارسول: وان لنا فی ھٰذہ البھائم لأجرا فقال فی کل کبد رطبۃ أجر۔ یعنی محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کہیں جارہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی تلاش کرنے پر ایک کنواں ملا وہ اس میں اتر گیا جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے مٹی چاٹ رہا ہے، اس نے سوچا کہ یہ کتا بھی مارے پیاس کے اسی طرح بیتاب ہے جس طرح میں بیتاب ہو رہا تھا، پھر وہ دوبارہ کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھر کر منھ سے تھامے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کی اس نیکی کو پسند فرمایا اور اسے بخش دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جانوروں پر بھی رحم کرنے سے ثواب ملتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر جگر دار چارہ کھانے والے کے ساتھ رحم پر ثواب ملتا ہے۔" [مسلم شریف، ۲/ ۲۳۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطھا فلم تدعھا تاکل من خشاش الارض۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت محض اس لئے جہنم کا ایندھن بن گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ ہی اسے آزاد کیا کہ وہ زمین سے کچھ چیزیں کھالیتی۔" [بخاری شریف، ۱/ ۴۶۷]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ رواہ مسلم۔ یعنی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانوروں کے چہرے پہ مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۸]
نیز انھیں سے مروی ہے:

" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علیہ حمار وقد وسم فی وجھہ قال لعن اللہ الذی وسمہ رواہ مسلم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کا چہرہ بطور نشانی داغا ہوا تھا آپ نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۸]

حتی کہ اسلام کو جانوروں پر بحالت سواری کھڑے ہو کر لوگوں کا آپس میں باتیں کرنا بھی گوارا نہیں، چنانچہ ایک مرتبہ چند لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک جگہ کھڑے باتیں کر رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار کیا اور ارشاد فرمایا:

" لا تتخذوا ظھور دوابکم کراسی۔ یعنی اپنے حیوانات کی پشتوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔" [احمد و حاکم]

افسوس کہ جس اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک، رحم دلی اور شفقت و بھلائی کی ایسی بے نظیر تعلیم دی ہو اور ان کے جملہ بنیادی حقوق کی وکالت و حفاظت کی ہو اسی پر جانوروں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور تشدد و بربریت جیسے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں جبکہ اسلام نے بوقت ضرورت بطور غذا استعمال کے لئے بھی ذبح کرنے کا ایسا نادر طریقہ متعین کیا ہے جس سے جانوروں کو کم سے کم تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

" ان اللہ تبارک و تعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ رواہ مسلم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کا حکم فرمایا ہے لہٰذا جب تم قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۷]

جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ

اسلام نے بوقت ضرورت صرف مخصوص جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے لئے مسلمانوں کو آزاد نہیں چھوڑا کہ ان کے درد و تکلیف کا خیال کئے بغیر جیسے چاہیں کاٹیں اور استعمال کریں بلکہ انھیں ایسے طریقہ کا پابند کیا ہے جس میں جانوروں کو کم سے کم تکلیف کا احساس ہوتا ہے، چنانچہ جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ:

﴿۱﴾ سب سے پہلے چھری تیز کر لی جائے۔ ﴿۲﴾ ذبح کے وقت جانور کا منھ قبلہ کی طرف کر کے لٹایا جائے۔ ﴿۳﴾ پھر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر حلق اور لبّہ کے مابین چھری چلائی جائے۔ ﴿۴﴾ ذبح میں ان چار رگوں کو ضرور کاٹا جائے، پہلی "حلقوم" جس سے سانس آتی جاتی ہے، دوسری "مری" جس سے کھانا پینا نیچے اترتا ہے، تیسری اور چوتھی "ودجین" رگیں جو ان دونوں کے اغل بغل واقع ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے، مگر گردن الگ نہ ہونے پائے۔ ﴿۵﴾ ذبح کے وقت ہر اس فعل سے اجتناب کیا جائے جس سے جانور کو تکلیف ہو۔ مثلاً ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اس کے اعضا کاٹنا، جانور کے سامنے یا اسے مذبح میں لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا، کند چھری سے ذبح کرنا، جانور کو گھسیٹتے ہوئے مذبح میں لے جانا وغیرہ۔

ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ میڈیکل سائنس کے لحاظ سے بھی حفظان صحت کے لئے بہتر ہے کیوں کہ اس طریقے میں گردن کا وہ حصہ جس کا تعلق ریڑھ کی ہڈی سے ہوتا ہے نہیں کاٹا جاتا یعنی گردن الگ نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے جسم کا سارا خون اور اس میں موجود بیکٹیریا جیسے زہریلے جراثیم باہر نکل جاتے ہیں جو مختلف بیماریوں کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں، اس طرح گوشت بیماریوں سے محفوظ اور زیادہ دیر تک ترو تازہ رہتا ہے، اگر ریڑھ کی ہڈی والا حصہ ذبح کے ساتھ ہی کاٹ دیا جائے تو سارا خون نکلنے سے پہلے ہی جانور مر جائے گا اور

خون اس کے جسم ہی میں جم کر رہ جائے گا جس سے گوشت کے نقصان دہ ہونے کا امکان قوی ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ مسلمان حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر سبھی جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے کیوں کہ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے اس کے اثرات اس کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں چونکہ جانوروں میں بعض وہ ہیں جو درندہ صفت اور غلاظت پسند ہیں مثلاً شیر، چیتا، کتّا، بلی، بھیڑیا، سوٗر وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو شرافت اور نظافت پسند ہیں مثلاً گائے بھینس، بھیڑ بکری، مرغی وغیرہ، اگر انسان درندہ صفت جانوروں کا گوشت کھانے لگے تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کے اندر بھی یہ بری خصلتیں اثرانداز ہوں گی اور اگر انسان شرافت پسند جانوروں کا گوشت کھائے گا تو اس کے اندر بھی شرافت ونظافت پیدا ہوگی، چنانچہ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

"الدليل عليه أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن أكل كل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير، رواه مسلم وأبو داؤد وجماعة: السر فيه ان طبيعة هذه الأشياء مذمومة شرعاً فيخشى ان يتولد من لحمها شئى من طباعهم فيحرم اكراماً لبنى آدم كما أنه يحل ما أحل اكراماً له۔ یعنی اس پر دلیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دانتوں سے شکار کرنے والے ہر درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے ہر پرندے کا کھانا منع فرمایا، اسے روایت کیا مسلم اور ابوداؤد نے، نیز ایک جماعت محدثین نے یہ حدیث روایت کی: اس میں راز یہ ہے کہ ان جانوروں کی خصلت شرعاً بری ہے، تو اندیشہ ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے ان جیسی خصلت آدمی میں بھی پیدا ہو جائے، لہٰذا انسان کی عزت کے لئے ان کا کھانا حرام ہوا، جس طرح اس کی عزت ہی کے لئے حلال جانور حلال کئے گئے۔"

امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

" من ذلك اتفاق الأئمة الثلثة على تحريم كل ذى ناب من السباع ومخلب من الطير يعدو به على غيره (الى أن قال) لأن فيه قسوة من حيث انه يقسر غيره ويقهره من غير رحمة بذلك الحيوان المقسور فيسرى نظير تلك القسوة فى قلب الآكل له، واذا قسى قلب العبد صار لا يحن قلبه الى موعظة و صار كالحمار۔ یعنی انھیں مسائل سے ہے امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ جو دوسرے پر اس کیلے اور پنجے سے حملہ کرتا ہے، حرام ہے، اس لئے کہ اس میں سنگ دلی ہے کہ وہ بے دردی سے مجبور ومغلوب کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگ دلی اس کے کھانے والے میں سرایت کرے گی اور جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے تو کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا اور وہ آدمی سے گدھا ہو جاتا ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/۳۶۶]

لہٰذا جس اسلام نے انسان کے سر ''اشرف المخلوقات'' کا تاج شرافت رکھا وہ کیسے گوارہ کرسکتا ہے کہ اس میں خصائل بہیمہ اور صفات رذیلہ پیدا ہوں، چنانچہ ان سبھی جانوروں کا گوشت انسانوں کے لئے حرام فرمادیا گیا جو مذکورہ خصائل وصفات کے حامل ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ یعنی وہ رسول انھیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع فرماتا ہے اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرماتا ہے اور گندی چیزیں ان پر حرام فرماتا ہے۔" [الانعام، ۹/۱۵۷]

نیز اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

"اُحِلَّت لَكُم بَهِيمَةُ الاَنعَامِ اِلَّا مَايُتلٰى عَلَيكُم۔ تمہارے لئے حلال ہوئے بے زباں مویشی مگر وہ جو تمہیں آگے

بتائے جائیں گے۔" [المائدۃ،۵/۱]

یعنی ہم نے تمہارے لئے حلال کئے چوپائے جانور سوائے ان کے جن کی تفصیل تمہیں عنقریب آگے کی آیت ''حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ''میں بتائی جائے گی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ۔ یعنی تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا، اور جو گر کر مرا، اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا، اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنھیں تم ذبح کرلو۔" [المائدۃ،۶/۳]

ان کے علاوہ باقی سبھی جانوروں کے حلال وحرام ہونے کا حکم نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صادر فرمایا۔

دوسری آیت کریمہ میں ''اُحِلَّتۡ'' صیغۂ ماضی ارشاد فرمانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ آیت اگرچہ ہجرت کے پانچ سال بعد نازل ہوئی لیکن ہمارے محبوب نے حلال وحرام جانوروں کی تفصیل پہلے ہی بتادی تھی جس پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ہجرت سے قبل بھی انھیں حلال جانوروں کا گوشت کھاتے اور حرام جانوروں کے گوشت سے اجتناب کرتے تھے گویا یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی تائید ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یوم خیبر الحمر الانسیۃ ولحوم البغال وکل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں، خچروں، دانتوں سے شکار کرنے والے درندوں اور پنجہ سے شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کو خیبر کے دن حرام فرمادیا۔" [ترمذی شریف،۲۷۳]

اسلام میں صرف انہیں جانوروں کا گوشت حلال ہے جو سبزی خور، امن پسند اور سیدھی سادی طبیعت کے حامل ہیں جیسے گائے بھینس، بھیڑ بکری، مرغی وغیرہ کہ یہ عام طور پر پر امن نفسیات رکھتے ہیں، چنانچہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قال اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم حباری۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔" [مشکوۃ شریف،۳۶۱]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل الدجاج۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔" [بخاری شریف،۲/۸۲۹]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"أنہ رأی حمارا وحشیا فعقرہ فقال النبی ﷺ ہل معکم من لحمہ شئی قال معنا رجلہ فأخذہا فأکلہا متفق علیہ۔ یعنی انھوں نے نیل گائے دیکھا تو اس کا شکار کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ حصہ موجود ہے؟ عرض کیا: اس کی ران ہے، حضور نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔" [مشکوۃ شریف،۳۵۹]

حلال وحرام جانوروں کی تفصیل

جانوروں کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم دریائی جانوروں کی اور دوسری قسم خشکی والے جانوروں کی، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

﴿۱﴾ دریائی جانور سبھی حرام ہیں سوائے مچھلی کے۔

﴿۲﴾ خشکی والے جانوروں کی تین قسمیں ہیں: قسم اوّل ان جانوروں کی، جن کے اندر خون نہیں ہوتا۔ قسم دوم ان جانوروں کی، جن کے

اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا۔ قسم سوم ان جانوروں کی، جن کے اندر بہنے والا خون ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ وہ جانور جن کے اندر خون نہیں ہوتا جیسے بھڑ، مکھی، مکڑی، گبریلا، بچھو وغیرہ حرام ہیں سوائے ٹڈی کے۔

﴿۴﴾ وہ جانور جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا جیسے سانپ، مینڈک، گرگٹ، چھپکلی، گوہ، چوہا، چھچھوندر، سیہی، نیولا وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۵﴾ وہ جانور جن کے اندر بہنے والا خون ہوتا ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں: قسم اوّل پالتو جانوروں کی، قسم دوم جنگلی جانوروں کی۔

﴿۶﴾ پالتو مویشی جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ حلال ہیں سوائے گدھا اور خچر کے۔

﴿۷﴾ جنگلی مویشی جیسے ہرن، نیل گائے، جنگلی گدھا، جنگلی اونٹ وغیرہ حلال ہیں۔

﴿۸﴾ وہ پالتو جانور جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے کتّا، بلی، تیندوا وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۹﴾ وہ جنگلی درندے جو دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے شیر، گیدڑ، بھیڑیا، بجو، چیتا، لومڑی، بندر، ریچھ، سنجاب وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۱۰﴾ وہ جنگلی پرندے جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیل، کوے، گدھ، الّو، باز، شاہین، عقاب، وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۱۱﴾ وہ پالتو پرندے جو دانہ چگتے ہیں جیسے مرغی، بطخ وغیرہ حلال ہیں۔

﴿۱۲﴾ وہ جنگلی پرندے جو دانہ چگتے ہیں جیسے کبوتر، فاختہ، گوریا، چکور، سارس، بگلا، قمری، سودانی وغیرہ حلال ہیں۔ [عالمگیری، ۵/۲۸۹]

گوشت خوری انسانی فطرت کا تقاضہ ہے چنانچہ اگر آپ سبزی خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کے دانت چپٹے ہیں جو سبزی خوری کے لئے موزوں ہیں اس کے برعکس اگر آپ گوشت خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو نظر آئے گا کہ ان کے دانت نوک دار ہیں جو گوشت خوری کے لئے موزوں ہیں لیکن اگر انسانوں کے دانتوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوگا کہ ان کے دانت نوکیلے اور چپٹے دونوں ہی طرح کے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان سبزی خوری اور گوشت خوری دونوں کا مصداق ہے۔ اگر خالق کائنات انسان کو صرف سبزی خور پیدا کیا ہوتا تو اسے نوکیلے دانت کیوں دیتا؟ یہ دونوں ہی قسم کے دانت اس بات کے بین ثبوت ہیں کہ خالق نے انسان کو گوشت اور سبزی دونوں کھانے کا اختیار دیا ہے۔

بعض سبزی خور لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی بھی ذی روح کے قتل کے خلاف ہیں کیوں کہ ہر جاندار کو جینے اور دنیا میں رہنے کا حق ہے اگر انسان اپنی وقتی لذت کوشی کے لئے انہیں قتل کرتا ہے تو یہ ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوگی جو کسی بھی مذہب میں جائز نہیں، چونکہ نباتات میں جان نہیں ہوتی اور نہ وہ توڑنے یا کاٹنے پر درد محسوس کرتے ہیں، اسی لئے ہم سبزی خوری پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

جبکہ اسلام نے اس حقیقت کو ہزاروں سال پہلے اور سائنسی تحقیقات نے آج یہ بات عالمی پیمانے پر ثابت کر دی ہے کہ پیڑ پودوں میں بھی جان ہوتی ہے اور وہ بھی درد محسوس کرتے ہیں، کاٹنے یا توڑنے پر چیختے چلّاتے اور کراہتے بھی ہیں، البتہ انسانی سماعت ان کی چیخ و پکار سننے کی صلاحیت نہیں رکھتی! لہٰذا خالص سبزی خوری کا دعویٰ کرنے والے افراد بھی قتل ذی روح کے جرم سے خود کا دامن نہیں بچا پائیں گے۔

ان لوگوں کو چاہئے کہ میز، کرسی، الماری، دروازے وغیرہ لکڑی کا کوئی بھی سامان استعمال نہ کریں کیوں کہ اس کے لئے پیڑ کو کئی قسطوں میں مختلف تکالیف سے گزرنا پڑتا ہے، مثلاً پیڑ کاٹنے میں تکلیف، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں تکلیف، اسے چیرنے میں تکلیف پھر بڑھئی کے ذریعہ کیل ٹھوکنے میں تکلیف، ایک بے زبان پیڑ کو اس قدر تکلیفیں دے کر اپنے لئے آرام و آسائش کی چیزیں بنانا کیا اس پر ظلم و زیادتی نہیں؟ کیا ایسے لوگ میز، کرسی یا دیگر لکڑی کی چیزیں استعمال کرنا چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں چھوڑ سکتے اور یقیناً نہیں چھوڑ سکتے، تو ظاہر ہے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کا الزام رکھ کر ان سے ایسا مطالبہ کرنا صریح ظلم ہے یا بدترین جہالت۔

حیاتیاتی اعتبار سے بھی گوشت مقوی اور پروٹین سے بھرپور غذا ہے نیز اس میں جسم کے لئے ضروری کچھ ایسے اجزا پائے جاتے

ہیں جوجسم کے اندر نہیں بنتے اس لئے ان اجزا کا حصول گوشت جیسی مقوی غذاؤں سے کیا جاتا ہے، امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا، انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان اور بے شک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں، اس کے غیر سے حاصل نہیں اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے یہ جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند روز متواتر کھانے سے طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے، بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفّر نہیں ہوتا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/۴۴۶]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ۔ یعنی کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا کئے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کا مسخر کر دیا، تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیزیں، تو کیا شکر نہ کریں گے۔" [یٰس، ۲۳/۷۱-۷۳]

مذکورہ دلائل و براہین سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ گوشت قدرت کی طرف سے ایک بہترین نعمت ہے جو انسانوں کو عطا کی گئی ہے اور دنیا کی ساری قومیں اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند ہو رہی ہیں، اس میں کسی بھی طرح کا کوئی گناہ نہیں بلکہ اس سے منھ پھیرنا اور اسے حرام جاننا ''کفران نعمت'' ہے جو غضب الٰہی کا موجب ہے، نیز مذکورہ شواہد کی روشنی میں کسی بھی ذی عقل سے ہندوؤں کے اعتراضات کی ''لایعنیت اور لامعقولیت'' اب پوشیدہ نہیں رہ گئی ہے، رہی بات قربانی سے متعلق ہندوؤں کے اس اعتراض کی کہ:

"قربانی کے لئے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔"

تو اس سلسلے میں صرف یہ بتا دینا کافی ہے کہ جب اسلام نے اپنے پیروکاروں کو عام حالتوں میں گوشت کھانے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے اور وہ ایسا کرتے بھی ہیں تو انھیں مزید اس کے لئے کسی بہانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض محض دیوانے کا ''بڑ'' ہے اور کچھ نہیں، قربانی ایک عبد کی طرف سے اپنے معبود کی بارگاہ میں پیش کئے جانے والے ایک ایسے نذرانے کی یادگار ہے جس نے ''عبدیت'' کو ''معراج'' عطا کر کے انسان کو عرش و فرش کے لئے قابل رشک بنا دیا۔ کل تک جو فرشتے انسان کے لئے معبود کی محبت پر جس اولاد کی محبت کے غلبہ کے شاکی تھے، آج وہی فرشتے، اسی باپ کے ہاتھوں، اسی اولاد کی گردن پر چھری چلنے کا منظر دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں۔

تسلیم ورضا کا یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر فرشتے حیرت واستعجاب میں پلکیں جھپکانا بھول گئے ہیں، محویت کا یہ عالم ہے جیسے کسی نے یکا یک ان کی قوت گویائی سلب کر لی ہو، قدرے توقف کے بعد جب رب جلیل کی طرف ان کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو معنی خیز تبسم سے سامنا ہوتا ہے، ندامت کے بوجھ سے پھر نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ انسانی بندگی کا یہ انوکھا انداز دیکھ کر فرشتے تو بے ساختہ پکار اٹھے: الٰہی تو نے حق فرمایا تھا جو تو جانتا ہے، ہم نہیں جانتے، چونکہ یہاں کمال اطاعت و فرماں برداری اور غایت رضا برضائے الٰہی کا مظاہرہ اور امتحان مقصود تھا لہٰذا بحکم الٰہی چھری نے کچھ کام نہ کیا یہاں تک کہ حضرت اسماعیل کی جگہ ایک جانور لٹا دیا گیا، چھری نے اپنا کام کیا اور وہ جانور ذبح ہو گیا، اس وقت اللہ نے ندا فرمائی:

"وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ. وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ. اورہم نے اسے ندا کی اے ابراہیم! بے شک تونے خواب سچ کر دکھایا، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ سخت امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقے میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اسے باقی رکھا۔" [الصفات، ۲۳/۱۰۴-۱۰۸]

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل ایک طرف کھڑے مسکرا رہے ہیں اور ان کی جگہ ایک دنبہ ذبح ہو گیا ہے، اللہ کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ انداز بندگی اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے اس کی ادائیگی واجب فرمادی ہے:

"فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا. تو ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔" [آل عمران، ۴/۹۵]

نیز ارشاد ہوا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔" [الکوثر، ۳۰/۲]

یعنی ملت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو چنانچہ مسلمان انھیں کی یادگار منانے اور ان کی سنت کی یاد تازہ کرنے کے لئے قربانی کرتے ہیں نہ کہ محض گوشت خوری کے لئے!

قربانی کے اخلاقی فوائد

اس قربانی کے بے شمار اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی فائدے ہیں، مثلاً مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے سے انسانی طبیعت سے بخالت ختم ہو جاتی ہے، بخل انسان کو ظلم و حق تلفی، بزرگوں کی بے عزتی، مذہب سے بے خوفی جیسے غیر انسانی افعال و اوصاف کی طرف مائل کرتا ہے، بلکہ بعض اوقات اسے ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے، بخیل کو نہ اپنے اوپر رحم آتا ہے نہ دوسروں پر، جب بخیل کے یہ قابل نفریں اوصاف دوسرے لوگ دیکھتے ہیں تو اسے ذلیل سمجھنے لگتے ہیں، معاشرے میں اس کا کوئی وقار نہیں ہوتا، دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

قربانی کے لئے عمدہ جانور خریدنے میں اچھے خاصے روپے خرچ ہوتے ہیں، مستحقین میں اس کا گوشت تقسیم کرنے سے قومی ہمدردی اور فقرا نوازی ہوتی ہے، جنھیں گوشت کا ہدیہ دیا جاتا ہے وہ اس کے لئے ہمدرد اور احسان مند ہو کر دل سے اس کی ترقی کی دعا کرتے ہیں جس سے آپس میں محبت و مروّت بڑھتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"تهادوا و تحافوا۔ یعنی آپس میں ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تا کہ تم میں محبت زیادہ ہو۔"

ظاہر ہے کہ اس آپسی محبت و مروّت سے قومی نظام مستحکم ہوتا ہے، جس قوم میں آپسی محبت و مروّت نہیں وہ عزت کی زندگی نہیں گزار سکتی نہ اس کا قومی نظام مکمل ہو سکتا ہے، اسی لئے اسلام نے قربانی کے ذریعہ انسان کو آپسی محبت و مروّت، ہمدردی و خیر خواہی اور قومی تنظیم کا مؤثر ترین سبق دیا ہے۔

قربانی کے اقتصادی فوائد

قربانی کے لئے عمدہ جانور خریدے جاتے ہیں، عمدہ جانوروں کی لوگ بخوشی اچھی قیمت بھی دیتے ہیں جس سے جانوروں کی تجارت کرنے والے افراد کو معقول فائدہ ہوتا ہے، کچھ لوگ جانوروں کی کھال، اون اور چمڑے کی تجارت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اس طرح قربانی کرنے والے کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر افراد بھی مالدار ہو جاتے ہیں۔

افراد کی خوشحالی جماعت کی خوشحالی کی ضامن ہے، مالدار قومیں ہمیشہ باعزت زندگی بسر کرتی ہیں، مال ہی کے ذریعہ ہر قسم کی دینی

اور دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے، جہاد، حج، مساجد، مدارس وغیرہ کی تعمیر، فقرا ومساکین کی خبر گیری مال ہی پر موقوف ہے، اس لئے اسلام نے قربانی کے ذریعہ اقتصادی نظام کو مستحکم بنانے کا مثالی درس دیا ہے۔

قربانی کے سیاسی فوائد

اسلام نے قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے، اگر اپنے ہاتھوں ذبح نہ کر سکے تو وہاں موجود رہے اور اپنے بچوں کو بھی پاس رکھے تا کہ ہر شخص کا دل قوی اور مضبوط ہو، خون دیکھ کر خوف نہ کھائے اور جس طرح اس جانور کو قربان کیا ہے اسی طرح اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہے، خود ذبح کرنے یا ذبح ہوتے دیکھنے سے شجاعت و بہادری، ہمت و مردانگی پیدا ہوتی ہے، بعض کمزور دل افراد پہلی بار ڈرتے ہیں پھر وہ عادی ہو جاتے ہیں اور ان کا دل مضبوط ہو جاتا ہے۔

قومی زندگی کے لئے بہادری و مردانگی کی سخت ضرورت ہوتی ہے تا کہ دشمنوں سے ہر طرح مقابلہ کیا جا سکے، بزدل قوم کو دنیا عزت کے ساتھ جینے کا حق نہیں دیتی، بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ گوشت کی تجارت کرنے والی قومیں جنگ میں ہمیشہ سب سے آگے رہی ہیں، اس لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو قربانی کے ذریعہ مجاہدانہ جذبہ اور سپاہیانہ زندگی کی تعلیم دی ہے۔

قربانی کے اخروی فوائد

﴿۱﴾ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" ایک دفعہ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راشاد فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر بال کے مقابل نیکی ہے، عرض کی ان کا کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے۔" [ابن ماجہ]

﴿۲﴾ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی، اس کے لئے قربانی آتش جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔" [طبرانی]

﴿۳﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

" حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ پیارا کوئی روپیہ نہیں۔" [طبرانی]

لیکن اس سلسلے میں ہندؤوں کو ہمارا مشورہ ہے کہ انھیں سب سے پہلے اپنے گریباں میں جھانک کر یہ ضرور اطمینان کر لینا چاہئے کہ پوری دنیا کے سامنے ’’کالی ماتا‘‘ اور دیگر دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بکروں اور بھینسوں کی بلی چڑھانے اور گوشت کے مزے اڑانے والے کہیں وہ خود تو نہیں کیوں کہ ان کے خلاف خود انھیں کے دھارمک شاشتر گواہی دے رہے ہیں:

چنانچہ ملاحظہ ہو، منوسمرتی باب: ۵

" قربانی کے لئے گوشت کھانا جائز اور صحیح ہے اسے دیوتاؤں کی رسم کے مطابق دیوتاؤں کا قانون سمجھا جاتا ہے۔"

نیز اسی میں ہے:

" ایشور نے خود قربانی کے لائق جانوروں کو قربانی کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے قربانی کے مقصد سے کیا گیا قتل، قتل نہیں ہے۔"

ادار یہ

منشی محبوب عالم لکھتے ہیں:

" قربانی اسلام کے علاوہ بھی دنیا کے تمام مذاہب میں عبادت ہے، یہودیوں کے یہاں تو اس کثرت سے قربانی کی تفصیل اور اس کے احکام بیان کئے گئے ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری عبادت ایسی مشرح کتاب قدیم سے ثابت ہو سکے۔سو، ختنی قربانیاں، گناہ کی قربانیاں، تقصیر کی قربانیاں، عہد قدیم کی مہتم بالشان قربانیاں، خصوصاً عید فصح سات دن کی متواتر قربانیاں بہت کچھ قابل لحاظ ہیں۔ کتاب الخروج، احبار، حزقی ایل نبی کی کتاب پڑھ جاؤ قربانی کا مفصل اور متواتر ذکر ملے گا، نتنی ایل، الیسورسلولی ایل، الیاسف، الیسامعا، جملے ایل، ابدان اخی عذر، فجع ایل کے مختلف طریقے کی قربانی سے قربانی کے قدیم تاریخی حالات پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ہمیشہ عام رہی ہے اور ہر قوم نے اس کو ذریعہ نجات سمجھا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ ساری قربانیاں گائے، بیل اور بچھڑوں کی تھیں اور عیسائیوں کے مذہب کی تو بنیاد ہی قربانی پر ہے اور ان کے یہاں تو قربانی ہی اصل ذریعہ نجات ہے اور ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں قربانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے۔

منو کے شاشتر باب ۵ رمیں قربانی کی بڑی تاکید کی گئی ہے، انفنسٹن صاحب کی تحریر کے مطابق، بیل کے گوشت کی سب سے زیادہ تاکید اور بیل کی قربانی میں سب سے زیادہ ثواب ہے، پھر وید میں بڑی تفصیل سے قربانی کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، خصوصاً رگ وید و یجروید کی وضع ہی اس لئے ہے کہ قربانی کے وقت پڑھی جائیں، براہمنہ میں قربانی کے طریقے اور جزئی احکام مفصل مذکور ہیں اور یہ وہ کتابیں جن پر ہندو مذہب کی بنیاد ہے۔

رویش چندردت جیسا مصنف اور رجندر دلال متر جیسا محقق بھی وہی لکھ رہا ہے جو ہندوؤں کی قربانی کے مسئلے میں انگریز یا مسلمان مصنفوں نے سمجھا ہے، انڈوایرن اٹھا کر دیکھو آنکھیں کھل جائیں گی کہ در حقیقت ہندو مذہب میں قربانی کا حکم کیا تھا اور اب بدل کر کیا ہو گیا ہے، رجندر دلال متر لکھتے ہیں کہ: بہت طرح کی قربانیاں جاری تھیں ان میں گوشت کی بہت ضرورت ہوتی تھی اور اسی واسطے ہر قسم کے جانور مقرر تھے اور علیحدہ علیحدہ حسب قاعدہ ذبح ہوتے تھے۔"

[اسلامی انسائیکلوپیڈیا:۵۶۰]

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

" وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے، خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پائنیر ص ۷ رکالم ۴ رمطبوعہ ۱۰ را پریل ۱۹۸۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ ''ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی'' اسی میں وید سے نقل کیا ''اے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ یہ سانڈ اور گھنیاں تجھے پسند آئیں۔" [رگ وید،۱۶:۶-۴۷]

" میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور گھنیاں اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ [رگ وید،۹۱:۱۰-۱۴]

اسی اخبار میں ہر ہمنہ پران اور سیتارتھ پر کاش اور ترہنا، جلد ۲ رباب ۸ راور منو کی سمرتی، ۴۱:۵ روغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ مہا بھارت وغیرہ سے بھی ثابت، فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبر ۶۸۷ رمیں تاریخ ہنود زمانۂ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں ''گئوعیدہ''، یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی، تو ثابت ہوا کہ ہنود

ادارہ

اپنے ویداور مذہبی کتابوں اوراگلے پیشواؤں کے خلاف مذہب کے بہانے صرف مسلمانوں کا دل دکھانے کے لئے ان کے مذہبی امور میں دخل اندازی کرنا چاہتے ہیں جس کا انھیں عقلاً، عرفاً، قانوناً کسی طرح اختیار نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/ ۴۵۲]

مذکورہ شواہد نے قربانی پر ہندوؤں کے جملہ اعتراضات کی ''پول'' کھول کر دنیا کے سامنے ان کی یہ اصلیت رکھ دی ہے کہ گئوکشی اور قربانی کے سلسلے میں ان کے سارے ہذیانات محض اسلام سے بغض وحسد کی پیداوار ہیں، سچائی سے ان کا دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، اب اس ناقابل تردید حقیقت کے منظرعام پر آجانے کے بعد ہندوؤں کے لئے ذلت ورسوائی اور شرم وحیا سے پانی پانی ہوجانے کا مقام ہے۔ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بے شرمی کی حد ہوگئی کہ یہ سارے کام اگروہ اپنے گھر میں کریں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر وہی مسلمان کریں تو اس کے لئے آسمان سر پہ اٹھا کر خوب ''واویلا'' کرتے ہیں، آخر وہ کس منہ سے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں؟ پہلے اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے؟

◆◆◆

ص ۲۱ / کا بقیہ......................

خیر خلقہ ونورِ عرشہ، سیّدِ نا ونبیّنا وحبیبنا وقرّ ۃ أعیُننا محمّدٍ، وعلی آلہ و صحبہ أجمعین وبارَک وسلم، والحمدللّٰہ ربّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) انظر: التعریفات، باب الألف، ر160:— الأُضحِیۃ، ص31 ملخّصاً۔ (۲) بہارِ شریعت قربانی کا بیان، حصّہ پانز دہم 15، 3/ 327۔ (۳) پ30، الکوثر 2: (۴) پ23، الصافّات 107: (۵) پ17، الحج 37. (۶) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ 17، الحج، زیرِ آیت 37:، 625۔ (۷) "سنن الترمذی" باب ما جاء فی فضل الأُضحِیۃ، ر1493:، ص.363 (۸) "سنن أبی داود" کتاب المناسک [باب] ر1765 :، ص.259 (۹) "المعجم الکبیر" باب الحاء، ر2736:، 3/ .84 (۱۰) "المعجم الکبیر" طاوس عن ابن عبّاس، ر10894:، 11/ .15 (۱۱) صدقۂ فطر یا قربانی واجب ہونے کے لیے، مسلمان آزاد مرد وعورت کا عید الفطر یا قربانی کے ایّام میں، ساڑھے سات تولے سونا، یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی، یا چاندی کی مالیت کے برابر رقم (حالیہ حساب سے تقریباً 80,900 روپے پاکستانی) کا مالک ہونا ضروری ہے، جس کے پاس ان ایّام میں (ضروریاتِ زندگی سے) زائد اتنی رقم ہو اس پر قربانی واجب ہے، اس میں سال گزرنا شرط نہیں۔ (۱۲) بہارِ شریعت قربانی کا بیان، حصّہ پانز دہم 15، 3/ 332۔ (۱۳) موطّأ الإمام مالک کتاب الضحایا، ر: 1052، ص.276 (۱۴) المرجع نفسہ، تحت ر.1052: (۱۵) "مرآۃ المناجیح" قربانی کا باب، تیسری فصل، زیرِ حدیث 1473:، 2/ 376۔ (۱۶) "سنن النَّسائی" کتاب الضحایا، ر4377:، الجزء 7، ص.228 (۱۷) بہارِ شریعت، قربانی کا بیان، حصّہ پانز دہم 15، 3/ 333—339، ملتقطاً۔ (۱۸) "المعجم الکبیر" باب السین، ر6150:، 6/ .256

◆◆◆

ص ۲۴ / کا بقیہ......................

وسلم مدینہ طیبہ میں دس سال قربانی کرتے رہے۔''

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ارشاد فرمایا:

''ان اوّل ما نبدأ بہ في یومنا ھذا ان نصلي ثم ترجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا۔ (مشکوٰۃ: 13) ہم اپنے آج کے دن کی ابتدا یوں کریں گے کہ نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے، پس جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذبح و ینحر بالمصلی۔ (مشکوٰۃ: ۱۲۷—۱۲۶) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں (جانوروں کو) ذبح اور نحر کرتے تھے۔''

عیدگاہ میں قربانی کرنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی تھی کہ عید کے موقع پر آنے والے عظیم اسلامی اجتماع کو اس مبارک عمل کا علم ہو اور وہ اس کا طریقہ بھی جان لیں، سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ و سمی و کبر۔ (بخاری شریف) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسینگوں والے چتکبرے مینڈھے اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا۔''

مندرجہ بالا حقائق سے قربانی کی حقیقت خوب نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ قربانی سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے، قربانی کے ان مقاصد ومطالب کے پیشِ نظر کوئی مسلمان بھی قربانی کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں کرسکتا۔

◆◆◆

اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

فلسفۂ قربانی اور ہمارا مُعاشرہ

ایام نحر (قربانی کے دنوں) میں قُربِ الٰہی کے حصول کی نیت سے، جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اصطلاحِ شریعت میں اُسے قربانی کہتے ہیں، (۱) صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ "مخصوص جانور کو، مخصوص دن میں، بہ نیّتِ تقرُّب ذَبح کرنا قربانی ہے، کبھی اس جانور کو بھی اُضحِیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذَبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے، جو اس اُمّتِ (محمدیّہ) کے لیے باقی رکھی گئی۔" (۲)

قربانی کی مشروعیت

ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (۳) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی جان کے فدیہ میں ذَبیحہ دے کر، لوگوں کے لیے اسے مقرّر فرمایا، ارشادِ ربّانی ہے:

"وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ (۴) ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس (اسماعیل) کے فِدیہ میں دے کر اُسے بچالیا۔"

قربانی کرنے کا اجر وثواب

قربانی اسلامی شِعار اور نعمت الٰہی ہے، تقویٰ و پرہیز گاری اور رِضائے الٰہی کی خاطر دی جانے والی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ (۵) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیز گاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور شروطِ تقویٰ کی رعایت سے، اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔" (٦)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا نہایت ہی پسندیدہ اَمر ہے، عیدالاضحیٰ کے ایّام میں خالق کائنات کو قربانی سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں، اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ، أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوْا بِهَا نَفْساً۔ (۷) قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مسلمان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں سمیت آئے گا اور یقیناً اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ قبولیّت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔"

قربانی کا دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم دن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَعْظَمَ الأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ، يَوْمُ النَّحْرِ۔ (۸) یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم دن، قربانی (10 ذی الحجہ) کا دن ہے۔"

اَجر وثواب کی نیّت سے قربانی کرنا، آتشِ جہنم سے حجاب

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظبی کے مفتی ہیں۔

(رکاوٹ) کا باعث ہے، حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ ضَحّٰى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، محتَسِباً لِأُضْحِيَّتِهِ، كَانَتْ لَهُ حِجَاباً مِنَ النَّارِ۔ (۹) جس نے خوش دلی کے ساتھ، طالبِ ثواب ہوکر قربانی کی، اس کے لیے وہ قربانی آتشِ جہنم سے حجاب (رکاوٹ) ہوجائے گی۔"

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شيءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ، مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ۔ (۱۰) جو مال عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا، اس سے زیادہ کوئی مال پیارا نہیں۔"

قربانی واجب ہونے کی شرائط

قربانی واجب ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ اس بارے میں حضور صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ:

"(1) اسلام، یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ (2) اِقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔ (3) تونگری یعنی مالکِ نصاب ہونا، یہاں مالداری سے مراد وہی (نصاب) ہے جس سے صدقۂ فطر (۱۱) واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ (4) حُرّیت یعنی آزاد ہونا، جو آزاد نہ ہو اُس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عبادتِ مالیہ اُس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس (قربانی) کے لیے شرط نہیں، عورتوں پر (بھی) واجب ہوتی ہے جس طرح مَردوں پر واجب ہوتی ہے۔" (۱۲)

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت تین 3 دن، یعنی 10 ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ 12 ذی الحجہ کا سورج ڈوبنے تک ہے، قربانی کے وقت کے بارے میں حضرت نافع سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"الأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحٰى۔ (۱۳) قربانی بقرعید کے بعد دو 2 دن تک ہے۔"

حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے مثل روایت پہنچی ہے۔ (۱۴)

یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کی قوی دلیل ہے، کہ قربانی (دس 10 ذی الحجّہ کی صبح سے) 12 ویں کے سورج ڈوبنے تک ہے۔" (۱۵)

قربانی کے جانور سے متعلّق حکمِ شرعی

جس شخص پر قربانی واجب ہو، اسے چاہیے کہ جانور اچھا اور بے عیب خریدے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَرْبَعَةٌ لَا يَجْزِيْنَ فِي الْأَضَاحِي۔ (1) الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا۔ (2) وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا۔ (3) وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا۔ (4) وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي۔ (۱۶) چار 4 قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں: (1) وہ کانا جانور جس کا کانا پَن صاف معلوم ہو، (2) ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، (3) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پَن صاف معلوم ہو، (4) ایسا کمزور و ناتواں جانور جس کی ہڈیوں میں گُودا نہ رہا ہو۔"

قربانی سے متعلّق چند شرعی مسائل

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قربانی کے چند اہم مسائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(1) قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے، جب وہ وقت آیا اور شرائطِ وُجوب پائے گئے، قربانی واجب ہوگئی۔ (2) مالکِ نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہوگئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا، اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالکِ نصاب نہیں ہے، تو اُس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔ (3) عورت کا مَہر شوہر کے ذمّہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے، تو اس مَہر کی وجہ سے عورت کو مالکِ نصاب نہیں مانا جائے گا، اگرچہ مَہر معجّل ہو اور اگر

عورت کے پاس اس کے سوا بقدرِ نصاب مال نہیں ہے، تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔(4) بالغ لڑکوں یا بی بی (زَوجہ) کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اُن سے اجازت حاصل کرے، بغیر اُن کے کہے اگر کر دی تو اُن کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا، اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔(5) یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دسویں 10 ہی کو قربانی کر ڈالے، اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت (10 ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ12 ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے تک) میں جب چاہے کرے، لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا، وُجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخر وقت میں اہل ہو گیا، یعنی وُجوب کے شرائط پائے گئے تو اس پر واجب ہو گئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخر وقت میں شرائط جاتے رہے، تو واجب نہ رہی۔(6) ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی، اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا، تو اُس کو پھر قربانی کرنی چاہیے؛ کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے۔ بعض علما نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے۔(7) اگر باوجود مالکِ نصاب ہونے کے اُس نے قربانی نہ کی اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہو گیا، تو اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔(8) اور اگر مالکِ نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انہیں دنوں میں مر گیا، تو اس کی قربانی ساقط ہو گئی۔(9) قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے، کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، مثلاً بجائے قربانی اُس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی، یہ ناکافی ہے۔(10) دسویں 10 کے بعد کی دونوں راتیں ایامِ نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہو سکتی ہے، مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔(11) اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو، تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے، یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے جبھی قربانی کی جائے، بلکہ کسی (بھی) مسجد میں ہو گئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی، جب بھی ہو سکتی ہے۔ (12) مِنیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے، طلوعِ فجر کے بعد سے کر سکتا ہے۔(13) قربانی کے دن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسری بقر عید آ گئی، اب یہ چاہتا ہے کہ سالِ گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کر لے، یہ نہیں ہو سکتا، بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔" (۱۷)

قربانی کا بنیادی فلسفہ اور مُعاشرتی طرزِ عمل

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی پیش کرنے میں بنیادی فلسفہ یہ ہے، کہ اگر راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز بھی نچھاور کرنی پڑے، تو اس سے دریغ نہ کیا جائے! اگر قربانی کے فریضہ سے اس فلسفے کو نکال دیا جائے، تو پھر اس کا مفہوم بے معنیٰ سا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قربانی کرتے وقت یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ حضرت سیِّدنا ابراہیم علیہ السلام، جس وقت اپنے بیٹے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے پیش کر رہے تھے، اس وقت ان کا مقصود و مطلوب شہرت یا نمود و نمائش ہرگز نہیں تھا، بلکہ انہوں نے خالصۃً رِضائے الٰہی کے لیے اپنے جگر گوشہ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیش کیا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ قربانی، رہتی دنیا تک کے لیے ایک رَوشن مثال اور مسلمانوں کے لیے اِطاعت و اِیثار کا ایک حسین نمونہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ سُنّت ابراہیمی کو پورا کرنے کی غرض سے، ذبح کیے جانے والے جانور کے ساتھ ساتھ، شہرت و رِیا کاری جیسی دنیاوی خواہشات اور اَنا کو بھی قربان کر دیا جائے اور خالصۃً رِضائے الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے حصول کے لیے قربانی پیش کی جائے؛ کیونکہ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے، کہ رب تعالیٰ کو ہمارے جانوروں کے گوشت اور خون کی حاجت نہیں، بلکہ وہ ہمارا جذبۂ قربانی، اِیثار اور تقویٰ کو ملاحظہ فرماتا ہے۔

جانور کی قربانی تو محض ایک علامت ہے، اصل قربانی تو یہ

ہے کہ اَحکامِ شریعت کی تعمیل میں اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا جائے، اپنی سہولت وضروریات کو نظر انداز کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کی جائے، اپنی ذات کو تقویٰ، خلوص اور اِیثار کا پیکر بنایا جائے، ہمارے مُعاشرے میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ صاحبِ حیثیت لوگ قربانی کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کا جانور خرید کر، اس نیک کام میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی، ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، یہ عمل اگر رِضائے الٰہی کے پیشِ نظر ہے تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر اس سے مقصود شہرت یا دِکھلاوا ہے، تو سب دَھن دَولت اور تگ ودَو رائیگاں ہے۔

اسی طرح بعض لوگ راہِ خدا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تو ہر دَم تیار ہوتے ہیں، لیکن اپنی اَنا کو قربان کر کے اپنے ناراض بھائی بہنوں کو راضی کرنے اور اُن سے صلح کے لیے آمادہ نہیں ہوتے! ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہم اپنے اندر کے حیوان (یعنی نفس) کو قربان نہ کر سکے، تو پھر بظاہر یہ ایک جانور کی قربانی کس کام کی؟ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اپنے نفس کو مارنا ہوگا، اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا ہوگا، یقین کیجیے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے، تو پھر عیدالاضحیٰ کے موقع پر پیش کی جانے والی یہ قربانیاں سونے پہ سہاگہ کی مثل ہوں گی، لہٰذا جس جس کی اپنے بھائی بہنوں سے باہم ناراضگی ہے، وہ عید قرباں کے مبارک ایام میں آپس کی تمام رنجشیں، ناراضگیاں دُور کریں، اپنے دل کو کینہ، بُغض، عداوَت، چغلخوری اور حسد جیسے ایمان سوز اور مہلک گناہ سے پاک وصاف کر کے، ہمیشہ کے لیے باہم شیر وشکر ہو جائیں، ایک دوسرے سے مصافحہ ومُعانقہ کریں، عید کی مبارک باد دے کر اللہ ورسول ﷺ کی رضا اور اپنے گناہوں کی مُعافی حاصل کریں، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِیَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَاَخَذَ بِیَدِهٖ تَحَاتَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوْبُهُمَا، كَمَا تَتَحَاتُّ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ فِي يَوْمِ رِيحٍ عَاصِفٍ، وَإِلَّا غُفِرَ لَهُمَا، وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُمَا مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ-(۱۸) جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے، اس سے مصافحہ کرتا ہے، تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح موسمِ خزاں میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں اور ان دونوں کی بخشش کر دی جاتی ہے، اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

عید قرباں کا مقصد وپیغام

اپنے گردوپیش رہنے والے مسلمان بھائی بہنوں کا بھی خیال رکھیے! اپنے اندر خُلوص، اِیثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کریں؛ کہ عیدِ قرباں کا یہی مقصد وپیغام ہے، جس طرح حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قیمتی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی اور آزمائش میں پورے اُترے، اسی طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کے اَحکام پر عمل کر کے، اپنے رب کی رِضا وقُرب حاصل کر سکتے ہیں، جس طرح حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام نے حکمِ الٰہی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا، اسی طرح ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو بھی اَحکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی تلقین کرتے رہیں، انہیں مُعاشرے میں بسنے والے دیگر اَفراد کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہمدردی سے پیش آنے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونے اور ان کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کرنے کا جذبہ بیدار کریں؛ کہ فلسفۂ قربانی میں یہ ایک اہم درس پنہاں ہے اور یہی اس کا تقاضا بھی ہے۔

اے اللہ! ہماری قربانیوں اور دیگر اَعمالِ صالحہ کو قبول فرما، ہمیں فلسفۂ قربانی کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں شہرت ودِکھلاوے جیسی اَخلاقی برائیوں سے نجات عطا فرما، تقویٰ، پرہیزگاری اور اِخلاص کی دَولت سے مالا مال فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ بقیہ ص ۱۷/ پر

اسلامیات

از: حافظ افتخار احمد قادری*

قربانی! اہمیت وضرورت

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اور ہر معاشرے نے اپنے اپنے مذہبی عقائد ونظریات کے مطابق اسے اپنائے رکھا، قربانی کا تصور بلاامتیاز تمام مذاہب میں موجود رہا ہے لیکن اس قربانی کی نوعیت کیا رہی ہے اس کے متعلق تفصیلاً بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، تاہم مختلف قربانیوں کے متعلق مختصر بیان پیش خدمت ہے۔

سب سے پہلی قربانی

تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی انسان اوّل ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے پیش کی تھی، ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی مردود، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وتل علیھم نبأ ابنی أدم بالحق انا قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر قال لا قتلتك قال انما یتقبل اللہ من المتقین۔(المائدہ:۲۷)

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز (قربانی) پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی، بولا! قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا، کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔“

اس قربانی کی تفصیل کچھ یوں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ فرمایا اور افزائش نسل کا سلسلہ چلا، انتظام یوں کیا گیا کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک حمل سے دو بچے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے۔ آپ کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے جوڑے کا نام قابیل اور اقلیمہ ہے، بعض کے نزدیک یہ جوڑا جنت میں پیدا ہوا، حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کی تعداد اکتالیس ہے جبکہ آپ کے وصال کے وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ نکاح کا طریقہ یوں تھا کہ ایک جوڑے کا لڑکا دوسرے جوڑے کی لڑکی کو ملا کر ازدواجی رشتہ قائم کر دیا جاتا، حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہلے دونوں جوڑوں کے تعلق زوجیت کو استوار کرنے کا ارادہ فرمایا تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کردو، حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ دونوں صاحبزادوں کو سنایا۔ حضرت ہابیل نے تو دل وجان سے تسلیم کیا لیکن قابیل اکڑ گیا، کہنے لگا کہ میں نکاح کروں گا تو صرف اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اقلیمہ سے ہی کروں گا کیونکہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے لاکھ سمجھایا کہ بیٹا! یہ میری بات نہیں بلکہ حکم خداوندی ہے، اسے مت ٹالو، مگر قابیل انکار کرتا رہا، بلکہ کہنے لگا: یہ خدا کا حکم نہیں ہے، آپ اپنی رائے اور مرضی سے ایسا کر رہے ہیں، لہٰذا! میں آپ کے حکم کو نہیں مانوں گا، اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: چلو اس طرح کرو کہ اپنی اپنی قربانی بارگاہِ ربوبیت میں پیش کرو، جس کی قربانی مقبول ہوگئی وہ اقلیمہ سے شادی کا حقدار ہوگا، حضرت ہابیل نے اس فرمان کو راضی وخوشی قبول کیا لیکن قابیل نے صرف کاروائی اور خانہ پری کے طور پر مثبت اشارہ کیا اور دل میں یہ رکھا کہ میری قربانی مقبول ہو یا مردود، میں ہر حال میں اقلیمہ سے ہی شادی کروں گا۔

چنانچہ دونوں اٹھے اور اپنی اپنی قربانی پیش کرنے چل دیئے، حضرت ہابیل بھیڑ، بکریوں کے مالک تھے اور قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا، ہابیل اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی تھے، اس لئے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک نفیس ترین دنبہ اور اس

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی پیش کیا، چونکہ قابیل کے دل میں نفسانی خواہشات اور شیطانی اثرات نے ڈیرہ جما رکھا تھا، اسے خدا کی رضا ہرگز مطلوب نہ تھی اور وہ یہی چاہتا تھا کہ میری قربانی قبول نہ بھی ہو پھر بھی اقلیمہ ہی میرے نکاح میں آئے گی، چنانچہ اس نے نہایت ردی اور گھٹیا قسم کی گندم پیش کی، دونوں کی چیزوں کو ایک پہاڑ پر رکھا گیا، آسمان سے آگ اتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا گئی۔

یہ آگ کا جلانا اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت ہابیل کی قربانی مقبول ہے اور قابیل کی قربانی مردود! اس دور میں قربانی کے قبول ہونے کی ایک یہی علامت ہوا کرتی تھی، جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو بجائے سمجھنے کے اُلٹا حسد کی آگ میں جلنے لگا اور حضرت ہابیل سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا، حضرت ہابیل نے فرمایا: بھائی! اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کسی کی قربانی قبول کرنا یا رد کرنا خدا کا کام ہے، لہٰذا! تم اس برے ارادے سے باز آجاؤ، ورنہ بہت خسارا اٹھاؤ گے لیکن قابیل کو چین نہ آیا اور صرف نسوانی حسن کی لالچ میں آ کر اس نے اپنے سگے بھائی کو قتل کر دیا، یوں یہ روئے زمین پر پہلا قاتل تھا اور یہ پہلی قربانی تھی جو خدا کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد دوم 517: /518)

روئے زمین پر قتل کا موجد قابیل ہے، اس لیے جو آدمی بھی کسی کو ظلماً قتل کرتا ہے تو اس کا گناہ جہاں اس قاتل کو ہوتا ہے، وہاں ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتا ہے، روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس جان کو بطورِ ظلم قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اسی نے قتل کے طریقہ کا آغاز کیا تھا۔'' (بخاری شریف، جلد ا ص 171)

دورِ جاہلیت کی قربانیاں

قدیم زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگ بیجوں کی بوائی کے موسم میں زمین میں بیج ڈالنے سے قبل انسانی جان کو قربان کرتے تا کہ وہ فصل حاصل کر سکیں، یہ قربانی کسی معمولی شخص کی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لئے کسی ایسے نوجوان مرد یا عورت کو منتخب کیا جاتا تھا جس نے خصوصی نگہداشت میں تربیت پائی ہو اور وہ حسن و جمال میں بھی نمایاں ہو، اس طرح ایران، پاک و ہند، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ میں قربانی کا عام رواج تھا اور یہ قربانیاں رضائے الٰہی، کفارہ معاصی ازالہ غضب اصنام اور شاعر کے ملکہ شعر گوئی کی افزائش وغیرہ کے لیے دی جاتی تھیں۔

اسلام کا تصورِ قربانی

اسلام کا تصورِ قربانی سب اقوام سے عمدہ، پاکیزہ، اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسلام کے نزدیک قربانی کا مقصد عیش وطرب، خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض جانور کا خون بہانا نہیں بلکہ اسلام نے اپنے متعلقین و منسلکین کو قربانی کی صورت میں رضائے خدا وخوشنودی مصطفیٰ کے حصول کا بہترین طریقہ اور نفیس ترین سلیقہ سکھایا، جس کے واسطے سے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ رب العزت کی عظمت اور خلوص وایثار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، مخلوق پروری، بندہ نوازی، غمگساری اور ہمدردی کا ولولہ بیدار ہوتا ہے، گویا قربانی کا مقصد خدا کو منانا، سنت نبوی کو اپنانا، طریقہ ابراہیمی کو بجالانا اور شیطانی قوتوں کو خائب وخاسر بنانا ہے۔

قربانی! حکم خداوندی

درج ذیل آیات قرآنی میں قربانی کی حقیقت پر واضح ارشادات موجود ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمة الانعام۔(الحج) اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔''

اس آیتِ مبارک میں واضح طور پر فرمایا دیا گیا کہ قربانی کا مقصد عیش و عشرت نہیں بلکہ اللہ کا ذکر و عبادت ہے اور یہی مقصد امت محمدیہ کے علاوہ تمام امتوں کو باور کرایا گیا، دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

''قل ان صلوتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب

العالمین۔(الانعام:162)تم فرماؤ! بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہاں کا۔''

ایک مقام پر یوں فرمایا:

''فصل لربك وانحر۔(الکوثر) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔''

درجہ بالا آیات مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت، پوست، کھال اور بال کی حاجت ہے؟ تو اس کا جواب درج ذیل آیت میں ارشاد فرمایا:

''لن ینال اللہ لحومها ولا دمائها و لکن یناله التقوی منکم۔(الحج:۳۷) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون! ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں تقویٰ کا ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ قربانی کے بارے میں تمہارا اخلوص اور تقویٰ دیکھا جائے گا۔ دل میں خلوص اور عمل میں تقویٰ کا رنگ جتنا زیادہ ہوگا بارگاہِ ربوبیت میں قبولیت کا شرف اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا، لہٰذا! خلوص اور تقویٰ کے متعلق ہر ممکن کوشش کریں تا کہ شرف قبول حاصل ہو، قربانی کے گوشت کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس کا گوشت صرف اپنے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان مسکینوں کو بھی کھلایا جائے جو قناعت کی چادر اوڑھے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ نہ کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ان سائلوں کو بھی نوازا جائے جو تمہارے پاس آتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فکلوا منها واطعموا القائع والمعتر۔(الحج:۳۶) تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔''

قربانی سنت ابراہیمی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''وترکنا علیه فی الآخرین۔(الصافات:۱۰۸) اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔''

احادیثِ مبارکہ میں قربانی کو اس حوالے سے بھی متعارف کرایا گیا کہ یہ سنت ابراہیمی ہے۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''قال اصحاب رسول اللہ اللام یا رسول اللہ ما هذه الاضاحی؟ قال سنة ابیكم ابراهیم۔(سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم سے قربانی کے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔''

گویا ارشاد فرمایا: ہم قربانی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار قائم کئے ہوئے ہیں۔

ضروری وضاحت

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ اسلام بزرگوں کی یادگاریں ختم کرانے نہیں بلکہ اُنہیں قائم رکھنے کے لئے آیا ہے، لہٰذا! اپنے نیک بزرگوں کی یادیں منانی چاہئیں، وہ لوگ جو خوف خدا اور شرم نبی سے عاری ہو کر بزرگوں کی یادیں منانے والے مسلمانوں پر کفر وشرک اور بدعت و گمراہی کے فتوے جڑتے ہیں، اُنہیں اس فتویٰ بازی کے ذوق سے باز آنا چاہئے، کیونکہ اسلامی معمولات کا اکثر وبیشتر حصہ کسی نہ کسی نبی و رسول صحابی کی یاد سے ہی وابستہ ہے، لہٰذا! ان یادوں کو منانا شرک نہیں، عشق ہے، بدعت نہیں، سراسر محبت ہے۔

قربانی سنت مصطفوی

قربانی جہاں ابراہیمی یادگار ہے وہیں سنت حبیب پروردگار بھی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اقام رسول اللہ اعلم بالمدینة عشر سنین یضحی۔ (مشکوۃ:۱۲۹) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ بقیہ ص ۱۷ ر پر

از: مفتی ارشد نعیمی قادری لکھراوی*

قربانی! اہمیت وافادیت

اللہ لم یزل ولم یزال نے سورۃ الکوثر۲ رمیں اپنی بے پناہ نوازشات اور اپنے بےکراں انعامات وعنایات کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا: اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے۔

نماز اور دیگر ساری عبادات بدنیہ اور مالیہ کی طرح قربانی بھی صرف ایک الہ واحد کے لئے ہو، معبودان باطل کے نام پر کی جانے والی قربانیوں کی اس کے ذریعہ بیخ کنی کی گئی ہے۔ نماز جسمانی عبادات میں مہتم بالشان عبادت ہے اور قربانی کا تعلق مالی عبادت سے ہے، مالی عبادات میں قربانی کو اس اعتبار سے اہمیت حاصل ہے کہ یہ حضرت سیدنا ابراہیم وحضرت سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے عظیم واقعہ قربانی کی یادگار ہے، اللہ سبحانہ کو چونکہ امتحان مقصود تھا اور وہ دونوں اللہ کے محبوب بندے اس عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے، ارشاد باری ہوا:

''اے ابراہیم آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی واحسان کرنے والوں کو اسی طرح کی جزا دیتے ہیں، درحقیقت یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔'' (الصفت ر ۱۰۵–۱۰۷)

یہ بڑا ذبیحہ ایک مینڈھا تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے جنت سے بھیجا تھا جو فرزند جلیل حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ذبح ہو گیا پھر یہی سنت ابراہیمی تاقیام قیامت قرب الٰہی وخوشنودی خداوندی کے حصول کا ذریعہ بن گئی، چنانچہ ایمان والے اللہ سبحانہ کے نام پر محض اس کی رضا وخوشنودی کے لئے ایام قربانی میں جانور ذبح کرتے ہیں جبکہ اہل باطل کی قربانیاں بزعم خود معبودان باطل کی خوشنودی کے لئے ہوتی ہیں۔

اسلام میں قربانی کا یہ شعار عقیدۂ توحید باری کا علمبردار ہے جو معبودان باطل کے لئے کی جانے والی قربانیوں کے خلاف گویا ایک عملی جہاد ہے، قرآن کریم کی بعض آیات میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم ہے لیکن یہاں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر فرمایا گیا ہے، زکوٰۃ بھی مالی عبادت ہے جس سے محروم انسانیت مستفید ہوتی ہے، اس حکم کی تعمیل سے اوّلاً مقصود اللہ سبحانہ کی رضا وخوشنودی مطلوب ہے، ثانیاً اس سے معاشرہ کی صلاح وفلاح وابستہ ہے، ظاہر ہے قربانی بھی ایک ایسی مالی عبادت ہے جس سے محروم انسانوں کو نفع پہنچتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس سے مشرکانہ رسوم ورواجات کی بیخ کنی ہوتی ہے، اللہ سبحانہ کے ہاں اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے اسی لئے فرمایا گیا:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نہ تو تمہاری قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون! لیکن اس کے حضور پہنچنے والی چیز تمہارا تقویٰ ہے۔'' (الحج: ۳۷)

اللہ سبحانہ کی بارگاہ عالی وقار میں ظاہر کا اعتبار نہیں بلکہ اہمیت واعتبار کمال درجہ احساسات بندگی وجذبات شکر گزاری کو حاصل ہے، قربانی ہی کی طرح تمام عبادات کی روح اور جان تقویٰ یعنی اخلاص نیت ہے، یقیناً اللہ سبحانہ کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کے احکامات کی بجا آوری ہی اصل بندگی ہے، ارشاد باری ہے:

''بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ سبحانہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الانعام: ۱۶۳)

''النسك في هذه الآية جميع أعمال البر و الطاعات۔'' (قرطبی، ج ۷ رص ۱۵۲)

اللہ سبحانہ کی رضاجوئی اسلام کا ماحصل اور توحید کی روح ہے

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، لکھراوہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

اسلامیات

جس سے اعمال میں جان پیدا ہوتی ہے، عبدیت و بندگی کا حقیقی جوہر اپنے خالق ومالک کی آگے سرافگندگی یعنی عاجزی، اِنکساری، فروتنی واطاعت ہے، اس آیت پاک میں ’’نسکی‘‘ سے مراد قربانی بھی ہے، ارشاد باری ہے:

’’اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں، سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے، تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔‘‘ (الحج:۳۴)

اس آیت پاک میں ’’منسک‘‘ سین کے فتحہ کے ساتھ اس کے معنی ذبح کرنے اور خون بہانے کے ہیں:

’’والمنسك الذبح وإراقة الدم۔‘‘ (قرطبی، ج ۱۲ رص ۵۸)

’’نُسُکٌ‘‘ اس کی جمع ہے، ’’منسک‘‘ سین کے کسرہ یا فتحہ کے ساتھ اسم ظرف ہے اس کے معنی ’’موضع نحر‘‘ ذبح کرنے کی جگہ یا ’’موضع عبادت‘‘ یعنی عبادت کی جگہ۔ قربانی کے ساتھ مناسک حج ادا کئے جانے کے مقامات، مکہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ کے ہیں لیکن ’’نسک‘‘ وسیع تر معنی میں عبادات خواہ وہ بدنی ہوں کہ مالی، اعمال زندگی، معاشرت ومعاملات سے متعلق حقوق وفرائض کے ساتھ موت وحیات سے متعلقہ سارے احکام یہاں تک کہ اسلامی نظام حیات کی ساری زندگی میں جلوہ گری کو شامل ہے، یہ سب کے سب اللہ رب العالمین کے لئے ہوں اور وہ اس کے احکامات کی کامل اتباع و پیروی میں ہوں، ظاہر ہے جو کام اس ذات وحدہ لاشریک لہ کی خوشنودی کیلئے ہوں گے وہی بارگاہ الٰہی میں سند قبولیت حاصل کریں گے۔

’’نحر‘‘ کے اصل معنی اونٹ کے حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر ذبح کرنے کے ہیں جبکہ اور جانوروں کو زمین پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے، لیکن یہاں ’’نحر‘‘ سے مطلق قربانی مراد لی گئی ہے، اس کے علاوہ بطور صدقہ جانوروں کو قربان کرنا عید الاضحیٰ اور بزمانہ حج منیٰ یا حدود حرم میں حجاج کرام کا قربانی دینا وغیرہ سب نحر میں شامل ہے، جیسا کہ ذکر ہو چکا قربانی سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی حیات مبارکہ سے جڑا ہوا ایک بے نظیر و بے مثال واقعہ ہے جس کی تابندہ مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، چہیتے فرزند نورنظر ولخت جگر کی قربانی کی ایک ایسی عظیم الشان یادگار ہے جو رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گی جس سے ہر دو محبوبان بارگاہ ایزدی کا تذکرہ ہمیشہ تازہ رہے گا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک موقع پر عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’یہ تمہارے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں، عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں ہمارے لیے کیا (اجروثواب) ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے، عرض کیا اور اُون میں (یعنی دنبہ کے بالوں میں جس کو "اون" کہتے ہیں اور وہ بکثرت ہوتے ہیں)؟ فرمایا اس کے ہر ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے۔‘‘ (ابن ماجہ، ج ۹ رص ۴۱۴)

اس لئے اقطاع عالم میں جہاں جہاں مسلمان رہتے بستے ہیں عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر کے اس عظیم سنت کی یاد تازہ کرتے ہیں، فقہا احناف کی تحقیق یہ ہے کہ قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم ہو اور ایام نحر میں غنی یعنی مال نصاب کا مالک ہو، وجوب قربانی کے لئے صدقہ فطر کی طرح قربانی کے دنوں میں مال نصاب کا پایا جانا کافی ہے، وجوب زکوۃ کی طرح مال نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں ’’وانما تجب علی حر مسلم مقیم موسر۔‘‘

(مجمع الانہر، ص ۴ رص ۱۶۶ ردرمختار مع شامی، ج ۹ رص ۴۵۲)

شوافع وحنابلہ کے ہاں گو کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے لیکن ائمہ ثلاثہ کی تحقیق میں قربانی گو کہ سنت ہے جو سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتی ہے، فذهب مالك والشافعي (رحمهما الله) الى انها من السنن المؤكدة۔ (بدایۃ المجتہد، ۱ر ۴۲۹)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قربانی سنت ہے، اس کے ترک کرنے کو میں پسند نہیں کرتا، قربانی ایک اہم ترین عبادت ہے اور اسلام کے شعائر میں ایک عظیم شعار ہے، صاحب حیثیت اگر ایام نحر میں قربانی ادا نہ کرے تو اس پر سخت وعید وارد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناراضگی اس طرح ظاہر فرمائی

ہے کہ وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔ (رواہ الحاکم، ج ۲ ص ۳۸۹)

اس عظیم عمل کو عید الاضحیٰ اور ایام قربانی میں ادا کئے جانے والے اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے" اِبن آدم (اِنسان) نے قربانی کے دِن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ سبحانہ کے ہاں خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دِن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ سبحانہ کے ہاں قبول ہوجاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دِلوں کو خوش کرو، یعنی اس سے اجر وثواب کی امید کرو۔" (ترمذی ۶/۱۱۲)

اس لئے ایام نحر میں قربانی کرنا اور نیکیوں سے بڑی نیکی ہے اور دیگر عبادات و اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہے، ایام نحر میں قربانی کی اہمیت کی وجہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبوں کی قربانی دی جو دراز سینگ والے اور ابلق یعنی سیاہ وسفید رنگ کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر اپنے دست مبارک سے ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذبح فرمایا بوقت ذبح اللہ کا نام لیا اور تکبیر بیان فرمائی، روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح فرمایا اور دوسرا دنبہ ان افراد امت کی طرف سے (ذبح فرمایا) جو قربانی دینے کی استطاعت نہیں رکھتے اور جنہوں نے توحید کی شہادت دی اور میری رسالت اور پیام رسالت پہنچانے کی گواہی دی۔ (بیہقی، ۱۸۸۲۷)

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے یہ بات واضح ہے کہ واجب قربانیوں کے علاوہ نفل قربانی بھی کی جاسکتی ہے، ماہ ذی الحجہ شروع ہونے سے قبل ذرائع ابلاغ (سوشیل میڈیا) کے ذریعہ یہ بات بڑے زور وشور سے پھیلائی جاتی ہے کہ مرحومین کی طرف سے نفل قربانی نہیں دی جاسکتی ظاہر ہے یہ بات درست نہیں، مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا جائز اور موجب اجر وثواب ہے، بڑے جانور میں واجب قربانی کے حصے ہوں تو اُس میں نفلی قربانی کا بھی حصہ لیا جاسکتا ہے اور مرحومین کی طرف سے قربانی مستقلاً بھی کی جاسکتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ نفلی قربانی اپنی طرف سے کی جائے اور اُس کا ثواب مرحومین کو پہنچا دیا جائے، چنانچہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۹/۲۶۸)

اس قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے، قربانی چونکہ صدقہ کی ایک قسم ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں صدقہ میت کی طرف سے کیا جاسکتا ہے جو بات کتاب وسنت سے ثابت ہو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، حدیث پاک میں مذکور الفاظ "بسم اللہ واللہ اکبر" سے بوقت ذبح اللہ کا نام لینا یعنی بسم اللہ کہنا عند الاحناف شرط ہے اور تکبیر یعنی "واللہ اکبر" کہنا تمام علما کے نزدیک مستحب ہے۔

حدیث پاک میں وارد ان الفاظ کی وجہ تسمیہ یعنی بسم اللہ کہنے کے بعد کلمات تکبیر کو 'واو' کے ساتھ یعنی "واللہ اکبر" کہنا افضل ہے، بکری، اونٹ اور گائے وغیرہ کی قربانی درست ہے، بکری کی صنف میں بھیڑ، دنبہ اور میڈھا وغیرہ، گائے کی صنف میں بیل، بچھڑا، بھینس وغیرہ خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث سب شامل ہیں۔ (تبیین الحقائق، ج ۶ ص ۴۸۳)

گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے اس پر پابندی لگتی ہے تو ظلم ہے لیکن فتنہ کا اندیشہ ہو تو گائے کی قربانی سے احتراز کیا جانا قرین مصلحت ہے کیونکہ شر کی طرف لے جانے والا ہر عمل بھی شر ہے: مایؤدی الی الشر شر۔ (روح المعانی، ج ۷ ص ۲۲۵)

چھوٹے جانور بکرا، بکری وغیرہ کی صرف ایک فرد کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے، بڑے جانور جیسے اونٹ، گائے، بیل وغیرہ میں قربانی کے سات حصے رکھے جاسکتے ہیں البتہ قربانی کے تمام سات شرکا عبادت وتقرب جیسے قربانی، ولیمہ یا عقیقہ کی نیت سے شریک ہوں، اگر کوئی ایک بھی کسی اور غرض سے شریک ہوا تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔ (ملتقی الابحر، ج ۴ ص ۱۶۷-۱۶۸)

تمام شرکا کے درمیان جبکہ وہ اپنا مکمل حصہ لینا چاہتے ہوں تمام حصہ داروں کے درمیان گوشت کے حصوں کی تقسیم منصفانہ

طور پر تول کر کی جانا ضروری ہے، اگر تمام شرکا کی زیادتی پر رضا مند ہوں تو اندازہ سے بھی حصے بنائے جاسکتے ہیں۔ (حوالۂ سابق)

البتہ بڑے جانور میں کسی نے نذر کی قربانی کی نیت سے شرکت کی ہو تو اس کا حصہ تول کر دیا جانا ضروری ہے کیونکہ نذر کی قربانی کے گوشت کا استعمال نہ شریک کے لئے جائز ہے اور نہ کسی مالدار کے لئے، چونکہ نذر کے گوشت کے صرف فقرا مستحق ہیں۔ (تاتارخانیہ، ج ۱۷، ص ۴۱۵)

بڑے جانور میں شریک سات شرکا متعین ہوں تو بوقت ذبح ان میں سے ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں بلکہ مطلق ذبح کر دینے سے ان سب کی قربانی ادا ہو جائے گی۔ (الاشباہ والنظائر: ۴۰)

قربانی کے جانور کا عیب و نقص سے پاک ہونا ضروری ہے، سینگ وغیرہ ٹوٹ گئی ہو اور اس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو یا اکثر سینگ ٹوٹ گئی ہو تو اسکی قربانی درست نہیں ورنہ درست ہے، پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں تب بھی قربانی جائز ہے، کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہو تو قربانی درست نہیں ورنہ درست ہے۔ پیدائشی طور پر جس جانور کے کان نہ ہوں، آنکھ کی بینائی بالکل نہ ہو یا اکثر زائل ہو گئی ہو یا جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں، زبان کٹے ہوئے جانور جو چارہ چرنے پر قادر نہ ہوں، دم کٹے جانور جبکہ دم کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو اسی طرح جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا تین پیر زمین پر رکھ سکتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر بالکل نہ ٹیک سکتا ہو تو ان تمام کی قربانی شرعا جائز نہیں۔ (شامی، کتاب الاضحیۃ)

خصی جانور کی قربانی افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ (ہندیہ ۵/۲۹۹) قربانی کے تین دن ہیں: دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ، دس ذی الحجہ کو صبح صادق سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور بارہ ذی الحجہ غروب آفتاب سے قبل تک رہتا ہے۔ (ملتقی الابحر، ج ۴، ص ۱۶۹) اس سے قبل یا اس کے بعد قربانی کی جائے تو شرعاً معتبر نہیں۔ (ہندیہ ۵/۲۹۵) لیکن دس ذی الحجہ کا دن قربانی کے لئے زیادہ افضل ہے، اس کے بعد گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی فضیلت ہے۔ (مجمع الانہر، ج ۴، ص ۱۷۰)

دس اور گیارہ ذی الحجہ کے بعد والی رات میں قربانی کی جا سکتی ہے لیکن رات کے وقت روشنی کی کمی کی وجہ مکروہ ہے کہ تاریکی کی وجہ سنت کے مطابق ذبح میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔ (بدائع الصنائع ۴/۲۲۳) شہروں میں نماز عید کی ادائیگی سے قبل قربانی درست نہیں، ہاں! البتہ شہر میں کسی ایک جگہ نماز عید ادا ہو گئی ہو تو شہریوں کے لئے قربانی کرنا جائز ہے گو کہ انہوں نے نماز عید ادا نہ کی ہو، تاہم دیہاتوں اور قریوں میں رہنے والوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے کیونکہ دیہات اور قریہ میں نماز عید کا قائم کرنا واجب نہیں اس لئے وہ اگر صبح صادق کے بعد قربانی کر لیتے ہیں تو شرعاً درست ہے البتہ سورج طلوع ہونے کے بعد اگر وہ قربانی کریں تو افضل ہے کیونکہ ان کے لئے یہ وقت مستحب ہے۔ (ہندیہ ۵/۲۹۵)

تاہم عدم وجوب کے باوجود وہ (دیہاتی) نماز عید کا اہتمام کریں تو پھر ان کو بھی نماز عید کے بعد ہی قربانی کرنا چاہیے، نابالغ یا مجنون اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں ان پر اور ان کے اولیا پر ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں البتہ نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی دی جائے تو مستحب ہے۔ (شامی ۹/۴۵۸)

ریا اور دکھاوا سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال کی طرح قربانی میں بھی اخلاص نیت کی بڑی اہمیت ہے، محض دکھاوے، شہرت اور ناموری کے لئے زیادہ قیمت کے فربہ جانور خریدے جائیں اور اس پر تفاخر کیا جائے تو یہ روح قربانی کے منافی ہے، ارشاد باری ہے:

''اللہ سبحانہ کو نہ تو قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون لیکن اس تک پہنچنے والی چیز تمہارے دل کا تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔'' (الحج: ۳۷)

اس لئے قربانی کا عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو، چونکہ ریا و دکھاوے سے کیا جانے والا عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں، تقویٰ ہی شرف قبولیت کا معیار ہے، اس وقت مشاہدہ یہ ہے کہ مسلم سماج کے بعض گوشوں میں ''ریا، دکھاوا'' کا مرض عام ہے، اکثر وہ اصحاب جو اسلام کے بنیادی احکام و اعمال سے کم واقف ہیں سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ بھی مفقود ہے وہ بہت زیادہ تروتازہ قربانی کا جانور خریدتے ہیں اور اس کی نمائش بھی کرتے

ہیں، بسااوقات جانور اتنا معمر ہوتا ہے کہ اس کا گوشت کھانے کے قابل نہیں رہتا، ظاہر ہے قربانی کا اہم مقصود تو رضائے الٰہی ہے لیکن دوسرا ایک اور مقصود ان قربانیوں کے گوشت کو کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی ہے ارشاد باری ”ان قربانیوں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ“ (الحج:۲۸) ”ان (قربانیوں کے گوشت) سے تم بھی کھاؤ اور سوال سے بچنے والے مساکین اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔“ (الحج:۳۶)

ظاہر ہے کھانے اور کھلانے کے اس ارشاد باری کی پابندی بھی رضائے الٰہی کی طلب کے ساتھ ہو، یہ بھی شرعاً مطلوب ہے، اس لئے اسلام نے قربانی کے جانوروں کی عمر مقرر کردی ہے، اونٹ کم از کم پانچ سال کا ہو، گائے، بیل، بھینس وغیرہ ہوں تو ان کی عمر کم از کم دو سال کی ہو، بکرا، بکری یا میڈھا، میڈھی، دنبہ وغیرہ ہوں تو کم از کم ایک سال کے ہوں، البتہ بھیڑ یا دنبہ ایک سال سے کم کا ہو یعنی چھ ماہ یا آٹھ ماہ کا ہو اور وہ اتنا فربہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا لگے تو اس کی قربانی بھی درست ہے۔ (ردالمحتار ۲۶/۲۴۰)

الغرض حضرت سیدنا ابراہیم وحضرت سیدنا اسمٰعیل علیہما السلام اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام خاص طور پر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب منصب امتحان و آزمائش کی منزلوں سے گزارے گئے ہیں اور وہ سب کے سب رضائے الٰہی کے لئے ہمیشہ تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس میں ایک عظیم پیغام ہے کہ وہ بھی ”سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے“ کے مصداق نفسانی خواہشات کو قربان کر کے اللہ سبحانہ کی رضا و خوشنودی کی طلب و تڑپ میں زندگی کا سفر طے کریں، حق سبحانہ سے دعا کہ اللہ سبحانہ ہم سب کو ”بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ سبحانہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“ (الانعام: ۱۶۳) کی حقیقی روح کا امین و پاسبان بنائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۵۰/ کا بقیہ........

پر اڑا دیتے ہیں، ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جانوروں سے پیار کرتے ہوئے ان کی قربانی نہیں کرنی چاہیے اور دوسری طرف جانورں کی چربی سے چراغ جلانے پر بھی ان کے سینے میں درد نہیں اٹھتا، جانوروں کے بال اور جسمانی اعضا اور ہڈی وغیرہ سے بنائے جانے والے مختلف پراڈکٹس کے استعمال کا بھی شوق رکھتے ہیں، جانوروں کے بھوکے پیاسے مرجانے تک ان کی جیبوں سے ایک پھوٹی کوڑی باہر نہیں نکلتی! اعتراض ہے تو بس قربانی میں جانوروں کے ذبح ہونے پر! سارا سال گائے، مرغی کے گوشت کے برگر، چکن مٹن کڑائیاں، روسٹ، بروسٹ، سالم بکروں کی سجیاں، چرغے ڈکار جانے والوں کو قربانی پر جانوروں پر رحم آنا شروع ہوجاتا ہے اور غریبوں کے لیے مرے جاتے ہیں، حالانکہ قربانی جو ایک غریب پرور تہوار ہے، اس کے گوشت کا اک بڑا حصہ ان غریبوں کو ملتا ہے جنہیں سال بھر گوشت نصیب نہیں ہوتا۔

◆◆◆

ص ۴۸/ کا بقیہ........

(زندگی بھر علاوہ ایمان کے) کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا، جب مرنے کا وقت قریب آیا تو (اسے خوفِ خدا لاحق ہوا لہٰذا نادم ہو کر توبہ و استغفار میں لگا اور) اُس نے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرا جسم آگ میں جلانا اور (جو اجزائے بدن راکھ ہونے سے رہ جائیں انہیں) کوٹ پیس کر باریک کرنا اور پھر میرے بدن (کی راکھ) کے نصف حصے کو دریا میں تیز ہوا کے دن اڑانا اور بقیہ نصف کو خشکی میں، جب وہ مرا، گھر والوں نے وصیت کے مطابق عمل کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے برّ د بحر نے اس کے منتشر اجزا کو اکٹّھا کیا (اور اللہ نے اس میں روح داخل فرمائی) پھر پوچھا: اس طرح کی وصیت کرنے پر تجھے کس چیز نے ابھارا؟ عرض کیا: اے میرے رب! تیرے ڈر نے مجھ سے ایسا کرایا، تو اللہ تعالیٰ (کو اس پر رحم آ گیا اور اتنی بات پر) اسے بخش دیا۔“

........جاری

از: محمد تحسین رضا نوری*

حج وزیارت اور سیلفی کا جنون

مذہب اسلام میں تصویر کشی ناجائز وحرام ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ٹیوی اور ویڈیو حرام ہے، کیوں کہ اس نئی ایجاد یعنی تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کے مضر اثرات زہر قاتل کی طرح خواص وعوام کی رگوں میں تیزی سے پھیل رہے ہیں جس نے ماحول کو بگاڑ کر رکھ دیا، بے پردگی کو عام کر دیا، ہاں بوجہ مجبوری جیسے پاسپورٹ یا دیگر ضروری دستاویزات کے لیے تصویر کھنچوانے کو فقہا نے جائز قرار دیا ہے، لیکن دور جدید میں رائج اسمارٹ فون پر لی جانے والی سیلفی بہت تیزی کے ساتھ عام ہو چکی ہے، ہر مناسب نامناسب جگہوں پر لوگ سیلفی لینا شروع کر دیتے ہیں، یوں کہیے کہ سیلفی بعض لوگوں کی زندگی کا حصہ بن چکی ہے، اگر بہ نیت سیر وتفریح کہیں جانا ہوتا ہے اور وہاں سیلفیاں نہ لی جائیں تو سفر ادھورا لگتا ہے، اب یہ قصہ صرف سیلفی تک ہی محدود نہیں بلکہ اب جگہ جگہ ویڈیو گرافی بھی کی جاتی ہے، شارٹ ویڈیوز پر چھوٹے چھوٹے بچے معاذ اللہ ڈانس کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ مضر بیماری اتنی تیزی سے پھیلی کہ ہمارے مقدس مقامات اور عبادت وریاضت بھی اس سے محفوظ نہیں، حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات بھی اس کی زد میں آچکے ہیں، ادب واحترام کا پاس کیے بغیر لوگ توبہ واستغفار، اوراد ووظائف، تسبیح وتہلیل، دعا ومناجات، فرائض وواجبات کو پس پشت ڈال کر کعبہ معظّمہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کر کے تصویر لیتے نظر آتے ہیں، جن ہاتھوں کو رب العالمین کی بارگاہ میں دعا واستغفار کے لیے اٹھنا چاہیے تھا وہ ہاتھ اب سیلفی لینے یا ویڈیو بنانے یا کسی سے ویڈیو کالنگ پر بات کرنے کے لیے اٹھتے نظر آتے ہیں، ان حرکتوں نے کعبہ معظّمہ کا تقدس اور مدینہ منورہ کی حرمت وعصمت کو پامال کر دیا۔

آج حج وعمرہ کے مبارک سفر پر جانے والے حجاج کرام اور معتمرین حضرات کا سب سے پہلا کام یہی رہ گیا ہے کہ خانہ کعبہ اور گنبد خضرا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا اور تصویر لے کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دینا۔ اُن کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ کتنی اعلیٰ قسم کی بے ادبی ہے، اوّلاً حرام کام کا ارتکاب (یعنی تصویر کشی کرنا) پھر اُس پر جرأت یہ اُن مقدس مقامات کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا، کاش ہم نے وہاں جانے سے پہلے حاضری کے آداب سیکھ لیے ہوتے۔

زہے نصیب آپ کو اُس پاک در پر حاضری کا شرف عطا ہوا تو اس کو موقع غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہیے، کیوں کہ یہاں ایک عمل کا ثواب پچاس ہزار تک بڑھا دیا جاتا ہے، شب وروز عبادت کرے، قرآن کریم کی تلاوت کرے، خود کو بدلنے کی کوشش کرے نہ کہ اُن مقدس مقامات کی عزت واحترام کو بھلا دے، یاد رکھیے یہ وہ جگہ ہے جہاں ذرا سی بے ادبی سے ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے، یہاں قدم بھی آہستہ آہستہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کسی شاعر نے کہا ہے:

سنبھل کر پاؤں رکھنا حاجیو! شہر مدینہ میں
کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے

یہ کوچہ جاناں ہے آہستہ قدم رکھنا
ہر جا پہ ملائک کی بارات کھڑی ہوگی

روضہ مبارک کی طرف پیٹھ کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی جانب، مواجہ شریف، سنہری جالیوں کی طرف پیٹھ کر کے ویڈیو اور تصویر بنانا بے ادبی اور بے باکی ہے کیوں کہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ادب و

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

تعظیم کا یہ انداز بتایا گیا کہ یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اپنا منہ اُن کی طرف رکھے، نیز علمائے کرام نے بلا مجبوری روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کرنے کو سختی سے منع فرمایا۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "المسلک المتقسط" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے نماز اور غیر نماز میں، البتہ جب کوئی مجبوری و ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا مجبوری مزار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد دہم، صفحہ 836، مطبوعہ دعوت اسلامی)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: قبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

(بہار شریعت، جلد اول، حصہ ششم، صفحہ 1228، مطبوعہ دعوت اسلامی)

لہٰذا آج کے حالات پر غور کریں کہ کتنی کثرت سے لوگ روضہ مبارک کی طرف پیٹھ کر کے تصاویر لے رہے ہوتے ہیں، اُن کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، خانہ کعبہ میں دوران طواف تسبیح و تحمید کی جگہ وہ تصویر کشی میں مبتلا ہوتے ہیں، دوستوں احباب سے ویڈیو کالنگ پر بات کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ احاطہ حرم میں ایک گناہ کرنا ایک لاکھ گناہ کرنے کے برابر ہے اور ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کرنے کے برابر ہے، صدر الشریعہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادہ پر پکڑا جاتا اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے، الٰہی خیر کی توفیق دے۔"

(بہار شریعت، حصہ ششم)

حرمین شریفین کی حاضری کے آداب

ارکان حج و عمرہ نہایت ہی ادب و احترام، خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ادا کرے، کسی بھی طرح کی بے ادبی، گستاخی سے بچے، طواف کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ آپ کی وجہ سے کسی کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہو، خالی اوقات میں کلمہ طیبہ کی کثرت کریں، اور کم از کم ایک قرآن کریم کا ختم کریں، اپنے والدین، اولاد، دوست و احباب، اساتذہ کرام، اولیاء کاملین، خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جتنے ہو سکے عمرے کرتا رہے، مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو، آستانہ پاک کو بوسا دے، فلاح دارین، قبول حج، مغفرت ذنوب، دوبارہ حاضری کی دعا کرے، تضرع، خشوع، دعا، بکا، ذکر و درود کی جو کثرت ہو سکے بجا لائے، حجر اسود کو بوسہ دے کر الٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو بنگاہ حسرت دیکھتا اور فراق بیت پر روتا یا رونے کی صورت بناتا مسجد مقدس کے دروازہ "باب الحزورہ" سے نکلے، پھر بقدر استطاعت فقرائے حرم پر تصدق کرتا ہوا مدینے شریف کا رخ کرے۔

(ماخوذ: فتاویٰ رضویہ شریف، جلد 10، صفحہ 829، 830)

(ارکان حج و عمرہ کثرت سے ہیں تو ہر ہر رکن کے آداب ذکر کرنا مناسب نہیں، شائقین حضرات فتاویٰ رضویہ کی جلد 10، "مطبوعہ دعوت اسلامی" کی طرح رجوع کریں)

مدینے شریف کی حاضری میں خالصتاً قبر انور کی زیارت کی نیت کیجیے، ریاکاری اور تجارت وغیرہ کی نیت قطعاً نہ ہو۔

(مرقاۃ المفاتیح)

سفر مدینہ میں درود شریف کی کثرت کرے، روضہ مبارک کی حاضری کے وقت گردن جھکائے، روتے ہوئے، لرزتا، کانپتا، بید کی طرح تھرتھراتا، ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا، قدم بڑھا، خضوع و وقار خشوع و انکساری کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر، سوا سجدہ عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو، بجا لا۔

(ماخوذ: فتاویٰ رضویہ)

درود شریف کی کثرت کرتے چلے، نہایت خشوع و خضوع سے روضۂ اقدس پر حاضری دے، سلام پیش کرے، رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنا لے، اس دوران دل سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش کرے، موبائل

احوال قوم وملت

چلانے، سیلفیاں لینے سے بچے اور سوچے کہ کس ہستی کی بارگاہ میں حاضری ہے، اگر آپ کو کسی نے روضہ اطہر پر سلام عرض کرنے کا کہا ہے تو اس کی طرف سے بھی سلام عرض کر دے۔ جب تک مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہو، کوشش کر کے اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت (باوضو) حاضر رہے، نماز و تلاوت و درود میں وقت گزارے، مسجد نبوی شریف میں دنیوی باتیں ہرگز نہ کرے، یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار (50,000) لکھی جاتی ہے، لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرے، بھوک سے کم کھانے میں امکان ہے کہ عبادت میں دل زیادہ لگے، روضہ رسول کو ہرگز پیٹھ نہ کرے اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان مقدس مقامات کی باادب حاضری نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۳۶/کا بقیہ..........

رہے ہیں اور فرما رہے تھے، آج کے بعد سے عثمان کو کوئی بھی برا عمل نقصان نہیں پہنچائے گا، ایسا آپ نے دو بار ارشاد فرمایا۔"

آپ نے مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کا چشمہ خرید کر وقف کیا، مسجد نبوی کی توسیع کرائی، ہر جمعہ کو غلام آزاد فرماتے غرضیکہ فلاحی کاموں کے لیے آپ ہمیشہ ہی تیار رہتے۔ جس طرح دولت عثمانی بے حساب تھی اسی طرح سخاوت عثمانی بھی اپنی مثال آپ تھی۔

آپ 12/سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے، اس درمیان جہاں اسلامی سرحدوں کو وسعت ملی تو مسلمانوں میں اعلیٰ درجے کی خوش حالی بھی آئی۔ مگر دور خلافت کے آخری حصے میں سازشوں کے سایے بڑھتے گئے۔ آپ کی نرم دلی اور سادگی کا بیجا فائدہ اٹھایا گیا۔ نتیجہ بغاوت کی صورت میں آیا اور بلوائیوں نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ جس نے مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کا چشمہ خریدا اسی پر پانی بند کر دیا گیا۔ جس نے مسلمانوں کی قحط سالی دیکھ سارا غلہ صدقہ کر دیا، اُسی پر کھانا روک دیا گیا۔

18/ذوالحجہ 35ھ کو وہ وقت آیا کہ ایک زمانے کو اپنی سخاوت سے فیض یاب کرنے والے ذوالنورین تلاوت قرآن کرتے ہوئے نہایت سفاکی کے ساتھ شہید کر دئے گئے۔ خون کے چھینٹے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ آیت پر پڑھے اور امت محمدیہ کو ایک نسخہ قرآن پر جمع کرنے والے جامع القرآن رب کے مہمان ہو گئے۔ ؎

یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

◆◆◆

ص ۳۳/کا بقیہ..........

سیلفی لے رہے ہیں، بعض جگہ فوٹو لینا مجبوری تو ہو سکتی ہے لیکن جائز نہیں، اس لئے حج وعمرہ کرنے والوں کو اس گناہ عظیم سے سختی سے بچنا چاہئے۔ ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

◆◆◆

ص ۴۲/کا بقیہ..........

تقریباً بھلا دیا اور اغیار کی بیجا تقلید میں گرفتار ہو گئے حتیٰ کہ اب ان کے منہ میں غیروں کی زبان بولنے لگی ہے۔

لہٰذا، اے اسلام! اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے التجا کر کہ مسلمانوں کو تیرے سچے اصولوں پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو پھر وہی عزت ووقار، وہی عظمت ووجاہت نصیب فرمائے جو ان کو کسی زمانہ میں حاصل تھی، آؤ اے مسلمانو! اسلام کی اس صدائے برحق پر سب مل کر آمین کہو: آمین یارب العلمین۔

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

از: مولانا محمد طاہر القادری کلیم فیضی*

حج وعمرہ کی نمائش اور پرچار کرتے مسلمان

حج ہو چاہے عمرہ یہ عبادت ہے اور عبادت خلوص نیت اور دل کی صفائی کے ساتھ کی جانے والی چیز ہے، اس لئے عبادت یا ارکان عبادت کا پرچار جائز نہیں ہے اور کسی قسم کی مالی وبدنی عبادت دکھا کر کرنا شرک خفی ہے، حاجی کے لئے اتنی رعایت ہے کہ وہ لوگوں سے معافی وتلافی کے بطورا پنے" سفرحج کو ظاہر کرسکتا ہے تا کہ" حج جیسے اہم واعظم فریضہ کے ساتھ ساتھ وہ حقوق العباد کے بوجھ سے بھی چھٹکارا پا سکے، ورنہ حقوق العباد ایسی شئے کا نام ہے کہ جب تک بندہ معاف نہ کردے اس وقت تک "اللہ غفور ورحیم بھی نہیں معاف فرماتا ہے اور حقوق العباد میں گرفتار شخص چاہے" حج کر لے یا شہید ہو جائے پھر بھی" حقوق العباد معاف نہیں ہوتا ہے" حاجی اور شہید" کے گناہ صغائر وکبائر معاف تو ہو جاتے ہیں لیکن" حقوق العباد نہیں معاف ہوتے ہیں۔

حج کرنا ہر صاحب استطاعت عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے جبکہ عمرہ سنت رسول ہے، حج کے لئے جب پرچار کرنا جائز نہیں ہے تو عمرہ کے لئے پرچار کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟ حج پر جانے والے کا کیا یہ پرچار نہیں ہے کہ وہ مقامات مقدسات پر جا کر سیلفی لیتے ہیں یا ویڈیو بنواتے ہیں اور ایسا کرنا کیا ڈبل جرم نہیں ہے؟ ایک تو سیلفی لینا حرام وناجائز دوسرے پرچار، ہم نے بہت سے حاجی یا عمرہ کرنے والوں کے فوٹو اور ویڈیو دیکھے ہیں اور آئے دن دیکھ رہے ہیں۔

ایسے موقع پر سوچنا پڑتا ہے کہ آں جناب حج یا عمرہ کرنے گئے ہیں یا اپنے اس مبارک سفر کا پرچار کرنے؟ بعض لوگ تو طواف خانۂ کعبہ کرتے ہوئے اپنا ویڈیو بنوا لیتے ہیں، العیاذ باللہ! اور اس کو" واٹسپ وفیس بک، یوٹیوب اور انسٹاگرام" پر اپلوڈ کرتے ہیں، تا کہ دنیا کے لوگ دیکھیں کہ" فلاں صاحب" حج یا عمرہ کرنے گئے ہیں اور سب کو معلوم ہو جائے۔

یہ سب کیا تماشا ہے؟ حج یا عمرہ کرنے کے لئے آج تک ہمارے اکابر علما فوٹو جائز نہیں کر سکے لیکن اب یہ حال ہے کہ سفر حرمین شریفین پر جانے لگیں تو فوٹو اور ویڈیو، خانہ کعبہ کا طواف کریں تو فوٹو اور ویڈیو حجر اسود کو بوسہ دیں تو فوٹو اور ویڈیو اور دیگر مقامات مقدسات پر جائیں تو فوٹو اور ویڈیو آخر مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ گناہ کے کام سے بچتے اور احتیاط نہیں کرتے ہیں اور ایسی جگہ جہاں گناہ کا تصور بھی گناہ ہے، سیلفی لے کر حج یا عمرہ کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ اور جب موبائل اسکرین پر تصاویر آتی ہیں تو بعض نادان اس پر" ماشاء اللہ" لکھتے ہیں، کار گناہ پر " ماشاء اللہ" انتہائی حیرت وافسوس کی بات ہے، گلستان شریعت مصنفہ حضرت علامہ نسیم بستوی علیہ الرحمہ میں فتاویٰ رضویہ سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے، جو اس طرح ہے:

" حج کرنے کے لئے تصویر اور فوٹو کھنچوانا جائز نہیں خواہ حج فرض ہو یا نفل اس لئے کہ گناہ سے بچنا کسی نیکی کے اکتساب (حاصل کرنے) سے اہم واعظم ہے، فتاویٰ رضویہ ج ۳ رص ۷۲۹ میں اشباہ سے ہے: اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات۔" (گلستان شریعت، ص ۲۹۱)

بتائیے کہ! جب حج فرض یا نفل کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز نہیں ہے تو پھر حرمین شریفین جہاں لوگ گناہوں کا قلع قمع کرنے اور آلائش گناہ سے اپنے آپ کو صاف وستھرا کرنے کے لئے جاتے ہیں، ایسی پاکیزہ جگہ گناہ کے کام تعجب بالائے تعجب بلکہ جسارت بھی ہے، وہاں سیلفی لیتے ہیں اور وہ بھی احرام پوش ہو کر سیلفی لینا کس قدر جرم وگناہ ہے، لیکن آج کل لوگ مسائل شرعیہ کا مذاق بنائے ہوئے ہیں اور دھڑلے سے بقیہ ص ۴۲ ر پر

*مضمون نگار مدرسہ انوار الاسلام، سکندر پور، بستی یوپی کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی *

فضائل وکمالات

عبد المطلب بن ہاشم قبیلے کے باثر اور رسوخ دار شخص مانے جاتے تھے۔ خدا نے کئی بیٹے بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ایک بار پھر ان کی اہلیہ امید سے تھیں۔ وقت پورا ہوا۔ فضل ربی سے جڑواں بچوں کی ولادت ہوئی، بیٹے اور بیٹی کی آمد نے پورے گھر میں خوشیاں بکھیر دیں، بیٹے کا نام عبداللہ اور بیٹی کا نام بیضا رکھا گیا، آپ جانتے ہیں یہ دونوں جڑواں بھائی بہن کون تھے؟

نومولود عبداللہ، کائنات کی افضل ترین ہستی، خاتم النبیین، محبوب خدا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے والد اور وہ خوش نصیب بہن آپ ﷺ کی سگی پھوپی تھیں، یہی بیضا بنت عبدالمطلب خلیفہ سوم، داماد رسول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سگی نانی بھی تھیں، آپ کی بیٹی اروی بنت کریز عفان بن ابو العاص سے بیاہی تھیں، انہیں اروی بنت کریز کے بطن سے حضرت عثمان عام الفیل کے تقریباً چھ سال بعد 576ء میں پیدا ہوئے۔

سرزمین عرب کے دن سنورنے والے تھے، خزاں کا موسم آمد بہار کا اشارہ محسوس کر رہا تھا۔ محبوب خدا ﷺ اعلان نبوت فرما چکے تھے۔ آپ کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کے لیے خود کو وقف کر چکے تھے۔ آپ ایک کامیاب تاجر اور معاشرے کے اعلی طبقے سے تعلق رکھتے تھے آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہر طبقے میں خوب تھا۔ حضرت عثمان بن عفان جوان تھے اور کامیاب تاجر بھی۔

حضرت عثمان وہ غیر معمولی جوان تھے جو معاشرے کی روایتی برائیوں سے بالکل محفوظ تھے، بت پرستی شراب نوشی اور زنا جیسی بدترین برائیوں سے کوسوں دور تھے۔ آپ کی انہیں خوبیوں اور نفیس طبیعت کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کو اسلام کی دعوت پیش کی، اس زمانے میں خاندان بنو امیہ خاندان قریش کا حریف سمجھا جاتا تھا، دونوں ہی خاندانوں میں شرف و عزت اور غلبے کے لیے چپقلش رہتی تھی، حضرت عثمان کا تعلق اگرچہ بنو امیہ سے تھا مگر آپ کا دل خاندانی تعصب وعناد سے پاک و صاف تھا، اس لیے کلمہ پڑھ کر نبی اکرم ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، اسلام قبول کرنے والے آپ چوتھے انسان تھے، آپ سے پہلے صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت زید ایمان لا چکے تھے، آپ کی شرافت اور پاکیزہ چال چلن کو دیکھ کر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا، دونوں میاں بیوی تاریخ اسلام کے ان خوش نصیب زوجین میں شامل ہیں جنہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا، سب سے پہلے آپ نے حبشہ (Ethiopia) کی جانب ہجرت کی بعدہ مکہ واپس آئے اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، آپ خود فرماتے ہیں:

"وھاجرت الھجرتین الاولیین۔ (بخاری: فضائل اصحاب النبی) میں نے اسلام کی پہلی دو ہجرتیں کی ہیں۔"

مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں کو ذرا سکون ملا ہی تھا کہ کفار مکہ نے جنگ کا بگل بجا دیا، چارناچار مسلمانوں کو جنگ کے لیے نکلنا ہی پڑا، ایک طرف مجاہدین اسلام دین کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو رہے تھے تو دوسری جانب شہزادی کونین سیدہ رقیہ سخت بیمار تھیں۔ یہ صورت حال حضور ﷺ اور حضرت عثمان کے لیے بڑی آزمائش بھری تھی، ایک طرف بیمار بیٹی کی صورت پدری محبت کو آواز دے رہی تھی تو دوسری جانب اسلام کے وجود پر کفر کے گھنے بادل چھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور نے نم آنکھوں کے ساتھ اسلام کو بیٹی پر فوقیت دی اور حضرت عثمان کو مدینہ میں ہی رکنے کا حکم دیا، حضرت عثمان کے لیے بڑی کٹھن

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

گھڑی تھی، ایک طرف شریک حیات صاحب فراش تھیں، دوسری جانب ان کے دوست واحباب تحفظ اسلام کی خاطر جانوں کی بازی لگانے جارہے تھے۔ دل تو ان کا بھی چاہتا تھا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ دفاع اسلام کی خدمت انجام دیں مگر اہلیہ کی بیماری اور حضور کے حکم پر اپنی خواہشات روک کر شہزادی رسول کی دیکھ بھال میں جٹے رہے۔

بدر کے میدان میں کفر و اسلام کے مابین زور آزمائی چل رہی تھی تو مدینۃ الرسول میں شہزادی رسول موت وحیات کی منزلوں سے گزر رہی تھیں۔ ادھر لشکر اسلام نے تاریخی فتح حاصل کی ادھر سیدہ نے بابا کے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور رب تعالیٰ کی مہمان بن کر راہی ملک عدم ہو گئیں۔

سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد حضرت عمر نے سیدنا عثمان کے لیے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا۔ مشیت الٰہی آپ کو ایک منفرد اعزاز کے لیے منتخب کر چکی تھی۔ اس لیے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر کو یہ بات بہت گراں گزری، آپ شکایت لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"هل لك في خيرٍ من ذلك؟ أتزوَّجُ أنا حفصةَ و أزوِّجُ عثمانَ خيرًا منها أمَّ كُلثوم۔ (ابن عبد البر (ت ٤٦٤) الاستیعاب ٤ / ٣٩٩) کیا میں تمہیں عثمان سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟ آپ حفصہ کا نکاح مجھ سے کردیں اور میں عثمان سے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کر دیتا ہوں جو حفصہ سے بہتر ہے۔"

اس طرح آپ تاریخ انسانی کے وہ پہلے اور آخری خوش نصیب انسان بنے جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو شہزادیاں آئیں، اسی نسبت سے آپ ذو النورین کہلائے۔ ؎

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذُو النُّوْرَیْن جوڑا نور کا

یوں تو اہل عرب کی زبان ایک ہی تھی مگر لب ولہجہ اور انداز تکلم ایک دوسرے سے قدرے مختلف تھا، یہ بات مشاہداتی ہے کہ ہر زبان کا تلفظ علاقہ بدلنے کے ساتھ تھوڑا بہت تبدیل ہو جاتا ہے، دہلی و حیدرآباد میں اردو زبان استعمال ہوتی ہے لیکن بعض جملوں کے تلفظ و کتابت میں خاصا فرق آجاتا ہے، ہمارے یہاں Lab کو "لیب" لکھا جاتا ہے جبکہ حیدرآباد میں اسی لفظ کو "لیاب" لکھا جاتا ہے۔ زبان ایک ہے مگر علاقہ کی تبدیلی سے تلفظ و کتابت میں فرق آجاتا ہے، حالانکہ مفہوم ایک ہی رہتا ہے۔

اسی طرح عرب قبائل کی زبان تو عربی ہی تھی لیکن بعض الفاظ کے تلفظ و کتابت میں فرق بھی پایا جاتا تھا، ابتدائے اسلام میں قبائل عرب کو اپنے اپنے تلفظ کے مطابق قرآن پڑھنے کی آزادی تھی، لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی وسعت اور نئے افراد کی شمولیت سے کئی مقام پر قرآت قرآن کو لے کر اختلاف شروع ہو گیا، کوئی ایک انداز میں قرآن پڑھتا تو دوسرے کو لگتا کہ وہ غلط پڑھ رہا ہے، ٹوکنے پر دوسرا فریق یہ سمجھتا کہ فریق اوّل کی قرأت صحیح نہیں ہے، اس طرح ہر ایک خود کو درست اور دوسرے کو غلط بتاتا، یوں اختلاف بڑھتا گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اختلاف تنازع کی صورت اختیار کرنے لگے۔ جب ایسی شکایتیں زیادہ بڑھ گئیں تو حضرت حذیفہ سیدنا عثمان غنی کے پاس آئے اور قرأت قرآن پر اختلاف اور تنازعات کی سنگینی کا احساس دلاتے ہوئے عرض کیا:

"یا أمیر المؤمنین أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب كما اختلفت اليهود والنصاری۔ (سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن) امیر المومنین! اس امت کو سنبھال لیجیے، اس سے پہلے کہ یہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کرے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا۔"

صورت حال واقعی نازک تھی کہ کوئی بھی نو مسلم قرآن سیکھتا تو کسی ایک ہی تلفظ و قرأت کے مطابق سیکھتا۔ دو مختلف علاقوں کے لوگ دو الگ انداز میں قرآن پڑھتے اس طرح اختلاف سنگین ہونے کے خدشات تھے۔ حضرت عثمان نے نزاکت کا احساس کیا اور ام المومنین حضرت حفصہ کو پیغام بھجوایا:

"فأرسل إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف

اسلاف و اخلاف

نسخها في المصاحف ثم نردها إليك فأرسلت حفصة إلى عثمان۔ (ایضاً) حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ کو پیغام بھجوایا کہ آپ مصحف صدیقی ہمارے پاس بھجوادیں تاکہ ہم اس سے مزید نقلیں تیار کرالیں۔ پھر ہم اسے آپ کو واپس لوٹادیں گے، یہ سن کر حضرت حفصہ نے مصحف صدیقی حضرت عثمان کو بھیج دیا۔"

ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس قرآن مجید کا وہ نسخہ محفوظ تھا جسے حضرت ابوبکر صدیق نے جمع کرایا تھا، یہ نسخہ زبان قریش کے مطابق لکھا گیا تھا، حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث کو قرآن کو لغت قریش کے مطابق لکھنے کی ذمہ داری سونپی اور یہ ہدایت بھی فرمائی:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم۔ (فتح الباری شرح بخاری ص 621) اگر تم میں اور زید بن ثابت میں قرآن کی کتابت کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا کیوں کہ قرآن انہیں کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے۔"

کاتبین وحی کی پرخلوص جدوجہد اور سیدنا عثمان غنی کی سرپرستی میں قبیلہ قریش کے انداز تکلم اور رسم الخط کا لحاظ رکھتے ہوئے مصحف صدیقی کی کئی نقلیں تیار کرائی گئیں اور مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دی گئیں، دیگر اسلوب و کتابت والی نقول کو واپس منگوا کر منسوخ کرادیا اس طرح پوری امت ایک ہی نسخہ قرآن پر جمع ہوگئی، آج بھارت سے برطانیہ اور افریقہ سے عرب تک ہی ایک ہی نسخہ قرآن پایا جاتا ہے۔

ہجرت کا نواں سال چل رہا تھا، جس تیزی کے ساتھ اسلام کی مقبولیت بڑھ رہی تھی اسلام کے دشمن بھی اسی تعداد میں بڑھ رہے تھے، عرب اور شام کے درمیان سلطنت غسان قائم تھی اور ہرقل روم کی تابع تھی، اس سے قبل جنگ موتہ میں رومی ہزیمت اٹھا چکے تھے، اس لیے اس بار انہوں نے بڑی تیاری کی، شامی سرحد پر عیسائی لشکر جمع ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے اس حملے سے بچاؤ کے لیے مدینے سے باہر جا کر لڑنے کا ارادہ فرمایا۔ تاریخ میں یہ جنگ غزوہ تبوک کے نام سے معروف ہے، ان دنوں مسلمانوں کی مالی حالت بے حد کمزور تھی، لشکر کے پاس فوجی ساز و سامان، سواریاں اور کھانے پینے کے سامان کی سخت قلت تھی، سختی کا عالم یہ تھا کہ حضور ﷺ نے منبر سے عام چندے کا اعلان فرمایا، حضرت عثمان کا تجارتی قافلہ شام کی جانب روانہ ہونے والا تھا کہ حضور کا اعلان سماعت کیا۔ اعلان سنتے ہی سارا ساز و سامان حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کردیا، اس مال میں 900 اونٹ 100 رگھوڑے مع ساز و براق اور 1000 ہزار سونے کے دینار شامل تھے۔

اس زمانے میں اونٹ اور گھوڑے انتہائی قیمتی جانور مانے جاتے تھے، آج بھی دونوں جانور بیش قیمت سمجھے جاتے ہیں، اگر موجودہ وقت میں ایک اونٹ کو 50 ہزار کا بھی مان لیا جائے تو 50,000×900 کی رقم ساڑھے چار کروڑ روپے بنتی ہے۔ اسی رقم میں سو گھوڑوں کی قیمت بھی اسی مد میں جوڑ دیں تو کُل قیمت پانچ کروڑ ہوجاتی ہے۔ ایک دینار 4 رگرام 374 ملی گرام وزن کا ہوتا ہے۔ موجودہ وقت میں ایک گرام سونا 4800 روپے کا ہوتا ہے، اس طرح ایک دینار کو 4 رگرام کا بھی مان لیں تو ایک دینار کی قیمت 19200 روپے اور ایک ہزار دینار کی قیمت ایک کروڑ 92 لاکھ روپے بنتی ہے جبکہ وکی پیڈیا کے مطابق ایک ہزار دینار کی قیمت 1 ارب سے زائد بنتی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر سیدنا عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردیا:

"قَالَ عَبْدُ الرَّحمنِ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ: مَا ضرَعُثْمانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔ (ترمذی، کتاب المناقب 3701) حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو دامن میں الٹ پلٹ کر دیکھ بقیہ ص ۳۲ر پر

(از: نبیرۂ حافظ الملک حضرت مولانا وحید احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ *)

اسلام اور قربانی

قندِ مکرر

نہ روح مذہب نہ قلب
عارف نہ شاعرانہ زبان باقی
زمیں ہماری بدل گئی ہے
اگرچہ ہے آسمان باقی

عصر حاضر میں جبکہ ایک طرف عزت وعظمت کی ہوس، مال ودولت کی طمع ولالچ اور خالص دنیاداری کی گوناگوں فوائد کی کشش مسلمانوں کو اسلامی اصول اور دینی تعلیم سے یکسر عاری کر کے جدت و مادیت کی طرف مقناطیسی قوت کی طرح کھینچے لئے جا رہی ہے اور دوسری طرف خودغرض اور ضمیر فروش مدعیان مذہب وعلمبرداران قوم ورہبران ملک وملت اسلامی اصول اور دینی مراسم کو اپنی خودغرضی کی تکمیل کا آلۂ کار بنائے ہوئے ہیں تو ایسے میں اگر عوام الناس روح مذہب اور حقیقی تعلیمات اسلامی سے بے بہرہ ہوں تو کیا تعجب ہے؟۔

اُدھر مسلمانوں کے ملّی ذوق وشوق اور ان کے مذہبی تفکرات ورجحانات سلطنت اسلامیہ کے ساتھ ہی فنا ہو گئے، اِدھر مذہب کی آڑ میں اپنے ذاتی اغراض ومقاصد پورے کرنا علمائے سوء اور گندم نما جو فروشوں نے اپنا شعار بنالیا تو اب مذہب کی صحیح تعلیمات عوام کے سامنے پیش کرنے، پھر انھیں عوام کے قبول کرنے کی کیا ضمانت دی جاسکتی ہے؟ لیکن اسلام چونکہ ناقابل تردید حقیقت اور لافانی مذہب ہے لہٰذا علمائے حق کا ایک گروہ ہمیشہ جادۂ حقانیت پر گامزن رہا اور دنیوی شہرت وعزت کا مقناطیسی تاج محل اس کے قدم حق نشاں میں ذرا بھی لرزش نہ ڈال سکا، وہ ببانگ دہل اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتا گیا یہاں تک کہ آج وہ دن آ گیا کہ فلسفۂ مغرب کی چکاچوند دلفریبیوں کی مجنونانہ تقلید سے ہندوستان عاجز آچکا ہے اور ایک بار پھر اسلامی اصول اور دینی تعلیم میں انسان کو نشان راہ حق ونجات نظر آنے لگا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی داعی ہے کہ اسلامی اصول ومراسم کے ہر ہر پہلو عوام کے روبرو پیش کر دیا جائے تا کہ عوام کو معلوم ہو کہ اسلام کیسے کیسے زرّیں اصولوں کا منبع ومجموعہ ہے، اس کا ہر ہر ضابطہ، اس کا ہر ہر قانون اور اس کا ہر ہر قاعدہ کیسی کیسی ناقابل انکار حقیقتوں اور انسانیت نواز مصلحتوں پر مبنی ہے، اسلام اپنے اندر وہ متاع گرانمایہ رکھتا ہے جس کا عشر عشیر بھی دوسرے مذاہب میں ڈھونڈنا ''جوئے شیر'' لانے کے مترادف ہے۔

ایثار وقربانی اصطلاحاً دو ہم معنی الفاظ ہیں اور اسلام کی جملہ تعلیم اس کے سارے اصول ومراسم ''روح ایثار وقربانی'' کو عملی جامہ پہنا کر اسے مجسّم کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایثار ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا حصول دنیا میں سب سے زیادہ دشوار ترین امر ہے لیکن اگر یہ صفت حاصل ہو جائے تو انسان کے اندر جملہ عیوب ونقائص کا قلع قمع کر کے اخلاق حسنہ اور مکارم کریمہ پیدا کر دیتی ہے اور یہی اصل مقصود اسلام ہے بانیٔ اسلام محسن انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ ایک زبردست معجزہ ہے کہ ایسی وحشی، خونخوار، قتل وقتال کی رسیا اور انسانی جذبے سے عاری قوم کو ایثار ومروت کی زندہ مثال، حقانیت کا پیکر اور عدل وانصاف کا خوگر بنا دیا، جس قوم کی یہ مشہور روایت رہی ہو کہ اس کے افراد ایک ادنیٰ سی بات پر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہوں اور ایک معمولی سی وجہ پر اس لڑائی کی مدت صدیوں تک دراز ہو جاتی ہو، جو ہمدردی بنی نوع سے قطعاً بے بہرہ ہو، جس کے ذاتی اغراض ومقاصد نے بیٹے کے لئے باپ کا، باپ کے لئے بیٹے کا اور بھائی کے لئے بھائی کا رشتہ بے معنی کر دیئے ہوں، ایک ایسی قوم کو چشم زدن

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے کالم نویس ہیں۔

میں عادات قبیحہ، عیوب ونقائص اور پست ذہنیت کے تنگ و تاریک غار عمیق سے نکال کر اخلاق حسنہ، محاسن حمیدہ اور پیار و ایثار کے بام عروج پر لاکھڑا کر دینا ایک زبردست معجزہ نہیں تو پھر اور کیا ہے؟۔

وہی افراد جواب تک ہر نقص وعیب کے لئے اپنی مثال آپ تھے بنی نوع انسانی کے لئے ’’رشد وہدایت‘‘ کے ایسے ’’بدر کامل‘‘ بن گئے کہ اپنے اخلاق حمیدہ وافضال کریمہ کی بنا پر ’’صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم‘‘ کے عالی خطابات سے موسوم کئے گئے حتی کہ غیر مذہبوں نے بھی ان کے صفات عالیہ کا علی الاعلان اعتراف کیا۔ کیا اس انقلاب کی مثال اتنی مختصر سی مدت میں کوئی دوسرا مذہب پیش کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہی وہ ’’امتیازی وصف‘‘ ہے جس نے مخالفین سے بھی خراج تحسین وصول کیا یہاں تک کہ متعصب ترین اشخاص کے قلم بھی بے اختیار یوں بول پڑے:

پادری ایزک ٹیلر، لکچر مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور صفحہ ۱۹؍ میں لکھتے ہیں:

’’اسلام میں عملی طور پر اخوت کا ایسا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔‘‘

نیز اسی میں صفحہ ۲۱؍ پر لکھتے ہیں:

’’پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے خدا کی مرضی پر شاکر رہنا، پرہیزگاری، خیرات، راستی، باہمی اخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام ایک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لئے بہتر ہو، اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری ان تینوں برائیوں کو جنھوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل وخوار کر رکھا ہے یک قلم موقوف کر دیا۔‘‘

ڈاکٹر جی ڈبلیو لاٹلیٹز، لکچر مطبوعہ رحمانی پریس لاہور صفحہ ۱۰؍ پر لکھتے ہیں:

’’مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ پس وپیش نہیں ہے اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مواشی پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔‘‘

فی الجملہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات روح ایثار سے مملو ہیں جن کا مختصراً بیان حسب ذیل ہے:

ایثار کے مقابلے میں ’’نفس پرستی‘‘ ہے جو کئی قسم کی ہوسکتی ہے، شخصی، قومی، ملکی وغیرہ پھر شخصی نفس پرستی میں جانی، مالی، اولادی اغراض شامل ہیں، اسلام کی تعلیمات ان تمام پرستیوں کو ’’خدا پرستی‘‘ سے بدل دیتیں ہیں اور اس کے ماسوا پرستیوں کا تو بالکل قلع قمع کر دیتی ہیں۔

اسلام کے چاروں ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اخلاق انسانی کی تکمیل اور روح ایثار پیدا کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہیں، نماز منجملہ دیگر صفات محمودہ مثلاً صفائی، عاجزی، سادگی، پابندیٔ اوقات، مساوات، اخوت، حسن سلوک وغیرہا پیدا کرنے کے لئے ایثار کا عمدہ سبق پڑھاتی ہے جو شخصی نفس پرستی کو نیست ونابود کرنے میں آتش سوزاں سے زیادہ مؤثر ہیں، صبح کا سہانا وقت ہے، نسیم سحر کے دلفریب جھونکے بیداران شب کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، موسم گرما میں رات کی صعوبتیں، گرمی کی کلفتیں صبح کے وقت ایک گونہ معدوم ہوجاتی ہیں اور جنھوں نے رات بھر بستر مصیبت پر کروٹیں بدلی ہیں، اختر شماری کی ہے، اس وقت کچھ کچھ خواب سے ہم آغوش ہو چلے ہیں، نفس پرستی اور آرام طلبی کا تقاضا ہے کہ تھوڑی دیر اس خنک وٹھنڈی ہوا میں نیند کے مزے لے کر اپنے جسم وجاں اور قلب وروح کو آرام پہنچایا جائے لیکن اسی وقت مسجد کے مکبّروں سے صدائے اذان یا حاضری دربار الٰہی کا اعلان ہوتا ہے اور پیروان اسلام اپنے راحت وسکون پر لات مار کر اٹھ بیٹھتے ہیں، اسی طرح دوپہر کے وقت تھکے ماندے لوگ آرام کرنا چاہتے اور سہ پہر وشام کو کاروباری معاملات میں الجھا رہنا پسند کرتے ہیں اور رات کو دن بھر کی صعوبتیں اٹھا کر آرام کی نیند سو جانا چاہتے ہیں لیکن ان اوقات میں بھی ان کو نماز

ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ مقصود ہے کہ پیروان اسلام میں روح ایثار پیدا ہو، مذہبی معاملے میں وہ اپنے آرام، اپنی راحت حتی کہ اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہو سکیں اور یہ ''وصف خاص'' اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایثار کی ہر وقت عادت نہ ہو، اسی لئے تلقین ایثار چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ کی گئی، میں اس موقع پر ایک عیسائی مصنّفہ کے چند جملے لکھے بغیر رہ نہیں سکتا، ان لوگوں کی نسبت جو فرماں برداری اور ایثار کے عادی ہیں، وہ لکھتی ہیں:

''جب ایسا طرز عمل معمولی اور روزمرہ کی بات ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک متصور ہوتی ہے تو ایسے عالی اور بلند پایہ کام انجام پاتے ہیں جن کا علم کسی کو سوائے باری تعالی کے کسی کو نہیں ہوتا ہے۔''

کیا یہ الفاظ سچّے مسلمانوں پر صادق نہیں آتے؟ بے شک جب مسلمان اسلامی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا تھے تو ایسے بلند و عالی کارہائے نمایاں انجام پائے جن کا تصور بھی قطعاً ناممکن ہے، نفس پرستی کا دوسرا پہلو تنعم یعنی ''شکم سیری'' اسلام کے دوسرے رکن یعنی روزہ سے نیست و نابود ہو جاتا ہے، اس دنیا میں جس قدر افعال قبیحہ کا ارتکاب ہوتا ہے اس میں ۷۵ رفیصد یہی ''حضرت پیٹ'' کارفرما ہوتے ہیں، شکم سیری سخت دلی کا موجب ہے جو عیش و عشرت کی طرف لے جاتی ہے اور فقر و فاقہ کی علت ہر طرح کے جرائم کا ارتکاب کراتی ہے لیکن اگر آسودگی میں فقر و فاقہ کی تکلیف اور فاقہ میں صبر و شکر کی عادت ہو تو انسان جامہ انسانی اتار کر پیکر حیوانی نہیں بن سکتا۔ یہی وہ ''سلف ڈ نائل'' یعنی بے لوثی ہے جو ایثار کا سنگ بنیاد اور ہر فعل حسن کا منبع ہے۔

اسی طرح دولت کی محبت، مال کی ہوس ایسے قعر بہیمیت میں گراتی اور ایسی عادات قبیحہ کا مرکب بناتی ہے کہ اس پر لفظ ''انسان'' کا استعمال انسانیت کا ''استہزا'' ہی نہیں بلکہ شرافت انسانی کا ''خون'' اور توہین محض ہے اسی ''ہوس مال دولت'' کو دور کرنے اور ''انفاق فی سبیل اللّٰہ'' یعنی راہ خدا میں پیسہ خرچ کرنے اور بنی نوع کی معاونت کی عادت پیدا کرنے کے مقصد کو ''زکوٰۃ'' نے بہ احسن الوجوہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

اسلام کے یہ تینوں ارکان لحہ بہ لحہ، روز بروز، ماہ بماہ اور سال بسال ''جذبہ ایثار'' پیدا کرتے ہیں اور انسان کو ہر طرح کی جسمانی، روحانی، مالی ایثار کا عادی بناتے ہیں، یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جانی و مالی قربانی سال میں صرف ایک ہی دفعہ کرنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ یہ قربانی بھی نماز ہی کی طرح روز کیوں نہیں ہوتی؟ جواب یہ ہے کہ اسلام فطری و عملی مذہب ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی تکمیل دور از کار ہو۔ نماز میں جو بدنی قربانی ہے وہ اس قدر سہل ہے کہ روزانہ انسان اس کو بغیر زیادہ مشکل برداشت کئے انجام دے سکتا ہے لیکن روزہ و زکوٰۃ میں جو قربانی ہے وہ روح ایثار کے نشو نما پر مبنی ہے اگر ایک دم تمام بار رکھ دیئے جاتے تو ان پر عمل دشوار ہو جاتا اور یہ بات بندے کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتی۔

اسی لئے سہل سے شروع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایثار کا عادی بنا کر مشکل ترین ایثار کا حکم دیا گیا ہے یعنی جب انسان جانی و مالی قربانی کا عادی ہو جا چکا تب اس کو ایک ایسے ایثار کا مکلف بنایا گیا جس میں تمام قربانیاں، جملہ ایثار جمع ہو سکیں اور وہ اسلام کا رکن اعظم ۱؎ حج ہے، جانی و مالی قربانی، خاندانی قربانی حتی کہ قومی و ملی قربانی بھی حج سے تکمیل پاتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حج کا دور دراز کا سفر اور اس پر پابندی نماز ایسی جسمانی قربانی ہے جس سے بالاتر متصور نہیں

۱؎ یہاں یہ اعترض وارد ہوتا ہے کہ حج استطاعت پر فرض ہے نہ کہ نشو و نمائے روح ایثار پر؟ ایک شخص جو بلوغ کے ساتھ ہی صاحب استطاعت ہو جاتا ہے اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے اگرچہ مادۂ ایثار اس میں نہ ہو۔ جواب یہ ہے کہ اوّلاً اصول تعلیم عام ہوتے ہیں اور ہر اصول میں مستثنیات ہونا لازمی ہے جو کسی دوسرے اصول کے ماتحت آتے ہیں، ثانیاً اگر روح تعلیم صحیح معنوں میں سمجھ لی جائے تو بچپن ہی سے مذہبی ذوق پیدا ہو سکتا ہے، اسی لئے حکم شریعت ہے کہ سات برس کی عمر ہی سے نماز کی تلقین والدین کو کرنا چاہئے، جب سات برس کی عمر ہی سے روح ایثار پیدا کرائی جائے تو بلوغ پر یہ روح کافی نشو و نما پا جائے گی اسی طرح روزہ بھی بلوغیت سے بہت پہلے ہی بچے کو رکھوا دیا جاتا ہے۔
باقی رہا نو مسلموں کا سوال تو بعد مسلمان ہونے کے اگر وہ صاحب استطاعت ہیں تو ان کو یہ تعلیم بہت جلد ذہن نشیں ہو سکتی ہے، ۱۲ رمنہ۔

ہو سکتی، اسی طرح مالی قربانی بھی محتاج تصریح نہیں۔ دوسری قربانی ذرا تفصیل چاہتی ہیں:

فلسفۂ تاریخ کا ماہر اس بات کو خوب جانتا ہے کہ انسانی معاشرت کی بنا انفرادی کیفیت سے شروع ہو کر خاندانی، پھر اجتماعی، پھر قومی، پھر ملکی منزلیں طے کر کے تمام دنیوی اور پھر کائنات عالم پر حاوی ہوگئی۔ ماہرین فلسفۂ نفس کا بیان ہے کہ انسان کا کمال اپنی ذات کو دوسرے کی خاطر فنا کر دینا ہے لیکن اس کمال کے درجے ہیں، جو اپنے خاندان پر اپنے آپ کو فنا کرنے کو تیار رہے وہ اس شخص سے مرتبہ میں نیچے ہے جس کا دل جماعتی ہمدردی سے لبریز ہے، اسی طرح قومی ہمدردی ملکی ہمدردی کے آگے ہیچ ہے، اس سے بلند مرتبہ وہ آتا ہے جبکہ انسان ملکی ہمدردی کو تمام عالم کی ہمدردی پر قربان کرنے کو تیار ہو اور اکمل انسان وہ ہے جو ایسے مرتبہ پر فائز ہو جس میں حیوانات و جمادات[۱] و نباتات کی بھی ہمدردی مثل اپنی نوع یعنی انسان کی طرح ہو، اسلام نے ایسے اکمل انسان بہتیرے پیدا کئے۔

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کی بابت روایت ہے کہ جب آپ کے سامنے کسی حیوان پر ظلماً ضرب لگائی جاتی تھی تو اس کا نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہو جاتا تھا، غرض مطلب یہ ہے کہ حج میں یہ تمام قربانیاں کرنی ہوتی ہیں، جسم و جان پر مصیبتیں برداشت کر کے، مال و دولت خرچ کر کے، اعزہ و اقارب سے علاحدہ ہو کر، اپنی جماعت کو چھوڑ کر، اپنی قوم کو الوداع کہہ کر ملک سے رخصت ہو کر انسان ایک ایسی جگہ جا رہا ہے جہاں وہ بنی نوع انسانی کا ایک فرد متصور ہوگا، وہاں اس کا دل ہمدردی نوع سے مملو ہونا چاہئے، ذاتی تفاخر، قومی و ملی امتیاز کو اپنے پیرہن کے ساتھ میلوں پہلے علاحدہ کر دیتا ہے۔ بنی نوع انسانی ایک ہی لباس میں، ایک ہی وضع میں، ایک ہی جگہ پر اپنی نوع سے بلا امتیاز قوم وملت، ملک و زمین ہمدردی کرنے کو تیار ہے اور اس سے اعلیٰ و اکمل یہ ہے کہ دوران حج وہ کسی بھی جانور کو دائرۂ شریعت سے باہر تکلیف نہیں پہنچا سکتا یعنی نوعی ہمدردی درکنار وہ غیر نوع سے بھی ہمدردی کرنے کو نہ صرف تیار ہے بلکہ ایسی ہمدردی کا اپنے عمل سے ثبوت بھی دے رہا ہے۔

اس وقت کی حالت کا نقشہ کھینچئے جب کہ پیروان مذہب حق میلوں کی گرد میں ایک ہی لباس میں ملبوس، ایک ہی وضع و قطع میں بلا امتیاز قوم و ملک وملت، نوعی و غیر نوعی ہمدردی سے پرُ خالق اکبر کے حضور اپنے عملی ایثار کا ثبوت پیش کر رہے ہیں تو کیا اس سے بڑھ کر ”کامل انسان“ ہونے کا اور کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا یہ بہترین ایثار پیدا کرنے کی صورت نہیں ہے؟

مضمون بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اسلامی تعلیمات کا پیکر رعنا کیسی کیسی خوش نمائیوں، خوبصورتیوں، دل آویزیوں اور جاں فریبیوں سے مزین و مرصع ہے جن میں ایثار کا حصہ غالب بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس ”شاہد سیمیں بدن“ کی روح رواں کے مثل ہے، اگر اس مذہب حق کی ایسی پر از ایثار تعلیمات پر مخالفین باطل و لایعنی اعتراضات کر کے ان کو رسومات قدیمہ کی آواز باز گشت بتانے کا خیال کریں تو جنون و نادانی بلکہ صریح عناد و تعصب کے قعر مذلت میں گرنے کے مترادف ہوگا۔

وہ شعائر اسلامی جن کو مخالفین مراسم قدیمہ وتقویم پارینہ کی تقلید اور جور وستم کا دفعہ بتانے میں زور زبان، زور قلم، جولانئ طبع اور بلندی تخیل دکھاتے ہیں ان میں رسم قربانی کا نمبر اسلامی جنگ کے بعد سب سے اوّل ہے، جنگ اسلامی پر ہم ایک مستقل مضمون زیر عنوان ”اسلام اور تلوار“ لکھ چکے ہیں جو اسی رسالہ ”یادگار رضا“ میں شائع ہو چکا ہے اس میں اسلامی جنگ کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے جس کے بعد انحراف وہی کرے گا جس نے قبول حق سے اعراض کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہو۔

قربانی پر جو مخالفین کے اعتراضات ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ ”روح ایثار“ کے خلاف سخت دلی ہے، قسی القلبی و ظلم و ستم کا موجب، رسم جاہلیت کا دوسرا نقشہ اور بہیمیت و بربریت کا اسم ثانی ہے، اگر اسلامی قربانی کو ذرا غور سے دیکھا جائے تو اعتراضات بالا بالکل پادر ہوا معلوم ہوتے ہیں، قربانی کا حکم حج کے بعد دیا گیا ہے،

---

[۱] بلا شبہ اسلامی تعلیمات کے بہترین زندہ نمونے صوفیائے کرام ہیں جن کی پاک زندگی سے ہمدردی نوع وغیر نوع ہویدا و آشکار تھی، دیکھو سیر الاولیا وغیرہ، ۱۲/منہ۔

مطلب یہ ہے کہ جب انسان تمامی پرستیوں سے سبکدوش ہوکر تکمیل روح کے درجہ پر فائز ہونے والا ہے، اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنی بہیمیت کا بھی جو اس اعلیٰ درجہ تک رسائی میں حارج ہے، اس نہج سے اس کا خاتمہ کرے کہ جس کا اثر فنائے بہیمیت ہو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان صفات بہیمی وصفات ملکوتی دونوں کا مجموعہ ہے، اسلام انسان سے تمام صفات بہیمی چھڑانے اور صفات قدسیہ اور روحانی طاقتوں کو بڑھانے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ انسانیت سے بھی اشرف واعلیٰ درجہ پر فائز ہو، اس لئے تعبدات اسلامیہ رفتہ رفتہ بہیمی خواص چھڑاتی رہتی ہیں اور بعد تزکیۂ نفس انسان تمام بہیمی خواص سے پاک ہوجاتا ہے تو بعد حج آدمی حیوان کی قربانی کرکے گویا اپنی بہیمیت پر چھری [1] پھیر رہا ہے اور فنائے جسم وجسمانیت اور علائق کی قطع عرق کا نمونہ منظر عام پر لا رہا ہے اور خود عبرت کا سبق لیتا ہے محض زبان سے کہنے سے وہ اثر پیدا نہیں ہوسکتا ہے جو عمل پیدا کرتا ہے اس فعل سے گویا تکمیل نفس انسانی ہے یعنی ایثار کا کمال نفس حیوانی کو ختم کرتا ہے اور قوت روانی کے سوا اس میں کچھ باقی نہیں رکھتا ہے جو اس عملی طریقہ نے بہ احسن الوجوہ انجام دیا۔

تعلیمات کے دلنشیں کرانے کا بہترین ذریعہ ان پر عمل ہے جس سے رسم پیدا ہوتی ہے اس رسم کی ادائیگی کا طریقہ ہی خاص بات ہے۔ اگر طریقہ خراب کردیا گیا تو اس رسم کی شکل کچھ سے کچھ ہوکر اصل تعلیم پر اثر ڈالے گی، خود کو فانی جاننے اور خودی کو فنا کرنے کی بہتر صورت یہی ہے کہ حیوانیت کے مجسمہ پر انسان چھری پھیر دے، صرف یہی طریقہ ہوسکتا ہے جس سے یہ مشکل ترین تعلیم عملی طریقہ سے دلنشیں کرائی جاسکتی ہے۔

[1] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ حج کرنے نہیں جاتے، انھیں کیوں قربانی کا حکم دیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ انھیں ایک اعلیٰ فعل تقلید ہی کی ضرورت ہے تاکہ اصل تعلیم پیش نظر رہے اور ان میں بھی قتل حیوانیت کا جذبہ پیدا ہو، ثانیاً یہ کہ جس طرح ہم نے اسی مضمون میں بعد کو دکھایا ہے کہ قربانی کے دوسرے پہلو بھی ہیں یعنی تقلید فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور امتثال حکم الٰہی، گویا یہ صفات ان اشخاص میں بھی پیدا کرنا مقصود ہے جو حج کو نہیں جاتے، ۱۲؍منہ۔

مراسم قدیمہ سے اس رسم کی تشبیہ قیاس مع الفارق [1] ہے، اسلامی قربانی کا ماحول ہی اس تشبیہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، ہم حج میں اسلام کی تعلیمات ایثار کا کمال اوپر ثابت کر آئے جس میں جانور کو بھی بے حکم خداوندی تکلیف پہنچانا ممنوع ہے، اس کے بعد قربانی کا حکم تکمیل روح ایثار اور فنائے حیوانیت کا حکیمانہ درس عبرت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا مراسم جاہلیت میں یا دیگر مذاہب موجودہ میں قربانی کا ایسا ہی ماحول تھا؟ وہاں تو صرف دیوتاؤں یا سینٹس (Saints) کی خوشنودی اور برآرئ مراد و خواہش مدنظر تھی اور ہے۔ جب قرائن و ماحول اور تعلیم اسلامی کے بنیادی اصول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قربانی کا مطلب ذبیحۂ نفس حیوانی اور انسان کو درجہ کمال پر فائز ہونے کا ذریعہ بنانا ہے تو یہ اعتراض کہ اس سے سخت دلی اور ظلم پیدا ہوتا ہے، صریح غلطی ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کہا جائے کہ کمزورں کی حمایت قسی القلبی پیدا کرنے کا سبب ہے۔

کیا یہ اعتراض بات کو بدلنے اور اصل مطلب پر پردہ ڈالنے کے ہم معنی نہ ہوگا؟ ہر بات کی اچھائی یا برائی اس غرض کے تعلق سے ہوتی ہے جو اس سے وابستہ ہوتی ہے مثلاً جنگ کے اچھے اور برے دونوں پہلو ہیں، اب اگر تکمیل غرض صحیح مثلاً حمایت عاجز وکمزور اس سے وابستہ ہو تو آلات حرب کے استعمال کا اس سے بہتر مصرف کوئی اور نہیں ہوسکتا لیکن اگر آدمی آلات حرب اغراض قبیحہ پورا کرنے کے لئے اٹھائے تو اس سے مذموم دوسری شئے نہیں ہوسکتی، بالکل اسی طرح اگر قربانی سے مطلب حیوانیت کو قتل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا بلکہ اس کو عملی طور پر کر دکھانا ہے تو غرض محمود ہے لیکن اگر اس سے دیوتاؤں کی خوشنودی مدنظر ہے تو بے شک وحشت و بربریت، ظلم وستم، سخت دلی و قسی القلبی ہے۔

یہاں تک ہم نے اسلامی رسم قربانی کو ایثار کے ماتحت بیان کیا ہے اسی سلسلے میں اسلامی تعلیم کا ایثاری رخ بھی دکھایا

[1] یعنی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جس طرح اہل ہنود میں دیوتاؤں کی بھینٹ، عیسائیوں میں ہر سینٹس (Saints) کے نام سے قربانی کی جاتی ہے، اسی طرح یہ رسم اسلامی بھی انھیں مراسم قدیمہ کا ایک خاکہ یا نقشہ ہے۔ ۱۲؍منہ۔

ہے اور قربانی پر جو مخالفین کے اعتراضات ہیں ان کی تردید بھی کر دی ہے۔ اب ہم قربانی کو ایثار سے الگ کر کے اس کے دوسرے پہلوؤں پر بھی کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:

ہم نے اوپر بیان کیا کہ کسی رسم کی ادائیگی کا طریقہ ہی خاص بات ہے یہ قربانی حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی، ان کی تقلید کی مثال زندہ رکھنے کے لئے کی جاتی ہے اس ہادیٔ برحق نے راہ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز یعنی بیٹے کی قربانی سے بھی درگزر نہیں کیا۔ حکم الٰہی پر لبّیک کہنے کا یہ حال کہ چاہے فرزند ہی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم کیوں نہ ہو امتثالِ امر الٰہی مد نظر اور محبت وشفقت سب بالائے طاق، حکم الٰہی کی ایسی نفیس ترین پابندی اس امر کی متقاضی ہے کہ فاعل کے فعل کی اس طریقے سے یادگار قائم کی جائے جس سے اس کی یاد قیام قیامت تک باقی رہے اور جس سے اس اصول کی عظمت وتقلید جس کی پابندی میں فاعل نے وہ فعل کیا قلوب انسانی میں جاگزیں رہے اور یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک اس نہج سے وہ رسم ادا نہ کی جائے اسے یوں سمجھو کہ جنگ یورپ کے التوا کی یادگار اس طرح قائم کی گئی ہے کہ ۱۱ر۔ نومبر کو ۱۱ر بجے دو منٹ تک ہر شخص پر عالم سکوت طاری رہے اس وقت تمام ریلیں، جہازات، گاڑیاں روک دینے کا حکم ہے۔

یہ طریقہ اختیار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ایک عظیم بات کی اسی نہج سے یادگار قائم کی جائے جو اس کی متقاضی ومناسب ہے اور جو اس کی عظمت قلوب میں قائم کر سکے، اگر ۱۱ر نومبر کو بجائے خاموشی اعلان خوشی کیا جاتا تو وہ صورت پیدا نہ ہوتی جس کی وہ متقاضی ہے لہٰذا اللہ رب العزت نے اس اولوالعزم وباوقار پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے بے مثال، بلند وبالا، ارفع واعلیٰ فعل کی یادگار اور ان کے اپنے حکم پر سر نیاز خم کر دینے کی مثال اس طرح قائم فرمائی کہ اسی فعل کے اعادہ کا حکم صادر فرمایا۔

پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ قربانی کا حکم بعد نماز عید اضحیٰ دیا گیا ہے جس کے خطبہ میں واقعات صحیحہ کا ذکر اور مسلمانوں کو امر الٰہی ماننے کی تلقین اور ایک نبی مرسل کی تقلید کا حکم دیا جاتا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ رسم اس مقصد کے حصول میں جس کے لئے وہ وضع کی گئی ہے ناکام نہ ثابت ہو اور تاکہ یادگار ابراہیمی اور امتثال امر الٰہی مسلمانوں کے پیش نظر رہے اور محض لذت زبان اس رسم کی ادائیگی کا باعث نہ قرار پائے، جب ہر سال صحیح واقعات کا ذکر کیا جائے تو ناممکن ہے کہ مقصد تعلیم فوت ہو جائے اور انسان کے اندر تسلیم ورضا کی روح پیدا نہ ہو۔

چاہے جس مطمح نظر سے دیکھو اسلامی قربانی ہر حسن کا جامع نظر آئے گی، اگر ایک نظریہ سے فنائے جسمانیت کا سبق پڑھاتی ہے تو دوسرے اصول سے وہ ایک اعلیٰ فعل کی یادگار بھی قائم کرتی ہے، اگر ایک جانب اس سے تکمیل روح مقصود ہے تو دوسری جانب حکم الٰہی ماننے کا ذریعہ بھی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ''اسلامی قربانی'' کا مقصد ظلم وستم یا لذت کام ودہن نہیں بلکہ حصول رضائے الٰہی ہے اور بس۔

یہ مختصراً اسلام کے ایک رسم کی تشریح ہے، اس مذہب حق کے جملہ مراسم وتعلیمات ایسے اصول پر مبنی ہیں جنھیں دیکھ کر انسان مست ہو کر کہنے لگتا ہے ہاں اے اسلام! اے پیارے اسلام! تجھ پر میری جان قربان، تجھ میں وہ جواہر زواہر ہیں جن کی چمک دمک کے مقابل دوسرے ریزے کی مانند کنکر وپتھر معلوم ہوتے ہیں اور تیرے ان جواہر کو انسان نقد جان بیچ کر مول لینے کو تیار رہے، تو ایسے حسن کا مالک ہے جس پر ہر ذرا سی سمجھ والا والہ وشیفتہ ہے، تجھ میں وہ خوبی ورعنائی ہے جس پر ہر دل پروانہ وار نثار رہے، تیری تعلیمات ایسی مکمل ہیں جن میں تغیر وتبدل کی گنجایش ہی نہیں۔

تیرے ہر اصول میں وہ گہرا فلسفہ ہے جس کے آگے سب فلسفے ہیچ ہیں اور جس پر جس قدر زیادہ غور کیا جائے اسی قدر باریک تر نتائج ۱۳۰۰ر تیرہ سو برس سے آج تک نکلتے چلے آرہے ہیں، تیری تعلیم میں وہ اعلیٰ منطق ہے جس پر منطق یونان ویورپ فدا ونثار ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ تجھ میں وہ سادگی ہے کہ جاہل سے جاہل تیرے اصول سمجھ سکتا ہے لیکن افسوس اے اسلام تیرے پیروکاروں نے تیری پر از حکمت تعلیمات کو

بقیہ ص ۳۲؍ پر

پانچویں اور آخری قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نسوانیات

گزشتہ سے پیوستہ

□ حضرت عبد الرحمٰن بن سابط کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے یہاں حفصہ بنت عبد الرحمٰن آئی ہوئی تھیں، میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے پوچھتے ہوئے شرم آرہی ہے، انہوں نے فرمایا: بھتیجے شرم نہ کرو، میں نے کہا عورتوں کے پاس پچھلے حصہ میں آنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ نے حدیث بیان کی کہ انصار اپنی عورتوں کے پاس پچھلے حصے سے نہیں آتے تھے، کیوں کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس پچھلے حصے سے آتا ہے اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے، جب مہاجرین صحابہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو انہوں نے انصاری عورتوں سے نکاح فرمایا اور پچھلی جانب سے ان کے پاس آئے لیکن ایک انصاریہ خاتون نے اس معاملے میں اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں حکم دریافت نہ کرلوں اس وقت تک تم یہ نہیں کر سکتے، وہ خاتون حضرت ام سلمہ کے پاس آئیں اور ان سے اس کا تذکرہ کیا، ام المومنین نے فرمایا: بیٹھ جاؤ یہاں تک حضور تشریف لے آئیں، جب حضور اقدس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انصاری خاتون کو حضور سے یہ بات دریافت کرنے حیا آئی، اس لئے وہ چلی گئیں۔ حضرت ام سلمہ نے حضور کو یہ بات بتائی، حضور نے فرمایا: اس انصاریہ خاتون کو بلاؤ، چنانچہ انہیں بلایا گیا تو حضور نے ان کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

”نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔

[البقرۃ ۲۲۳] تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو، لیکن ایک سوراخ میں ہو، آگے سے مرد آئے یا پیچھے سے۔“ [کنز الایمان]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں، حضور نے فرمایا: اسے ایک ہی مرتبہ لپیٹنا دو مرتبہ نہیں تاکہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۲/ حدیث ۲۶۰۷۵۰]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ باسعادت میں عورتیں بچوں کی پیدائش کے بعد چالیس دن تک نفاس شمار کر کے بیٹھتی تھیں اور ہم لوگ چہروں پر جھائیاں پڑ جانے کی وجہ سے اپنے چہروں پر ورس ملا کرتی تھیں۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۰/ حدیث ۲۶۰۵۲۰]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میرا خون ہمیشہ جاری رہتا ہے، حضور نے فرمایا: وہ حیض نہیں، وہ کسی رگ کا خون ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے ایام کا اندازہ کر کے بیٹھ جایا کرو، پھر غسل کر کے کپڑا باندھ کر نماز پڑھا کرو۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۰/ حدیث ۲۶۰۵۳۰]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی سب سے بہترین سجدہ گاہ ان کے گھر کی اندرونی کوٹھری ہے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۳۱/ حدیث ۲۶۰۰۲۰]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ عصفر یا گہرا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، نہ ہی کوئی زیور پہنے، خضاب لگائے اور نہ ہی سرمہ لگائے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۲۷–۴۲۸/ حدیث ۲۶۰۴۱۰]

* مضمون نگار اہل سنت کے مشہور و معروف اہل قلم ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی مرویات پہلے پیش ہوچکیں، البتہ چند خصائص کی روایات پیش کی جاتی ہیں:

1 آیت تطہیر آپ کے حجرۂ مبارک میں نازل ہوئی اور آپ کو حضور نے اہل بیت میں شامل رکھا، یہ روایت پیش ہوچکی۔

2 امہات المومنین کے دو گروپ تھے، ایک گروپ کی پیشوا حضرت عائشہ اور دوسرے کی حضرت ام سلمہ تھیں، امہات المومنین کو کچھ خاص کہلوانا ہوتا تو حضرت ام سلمہ کے ذریعہ کہلواتیں۔

[مسند احمد ۷/ ۴۱۶/حدیث ۲۵۹۷۳]

3 اگر امہات المومنین کی روایات یا شرعی فیصلوں میں اختلاف ہوتا تو قول فیصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہوتی، ان کی روایت آگے آتی ہے۔

4 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا بستر حضور کے مصلّٰی کے بالکل سامنے بچھا ہوتا اور میں حضور کے سامنے لیٹی ہوتی اور حضور نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۴۲/حدیث ۲۶۱۹۳]

آپ کی فقاہت مسلم تھی، حضرات صحابہ و حکام آپ کی جانب مسائل میں رجوع کرتے اور آپ کے فتوے پر عمل کرتے، میں یہاں صرف تین روایات پیش کرتا ہوں:

☐ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس عورت کے بارے میں سوال ہوا جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو (اور وہ حاملہ ہو اس کی عدت کیسے پوری ہوگی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: وضع اور عدت وفات میں سے جو طویل مدت ہو، اس کے پورا ہونے کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: بچہ جنتے ہی وہ دوسرے انسان کے لئے حلال ہوجائے گی، اس اختلاف رائے کو لے کر حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن، ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صورت حال کے بارے میں حکم شرعی دریافت کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا: سبیعہ بنت حارث کے شوہر فوت ہو گئے تھے، شوہر کی وفات کے صرف پندرہ دن بعد ہی ان کے یہاں بچے کی ولادت ہوگئی، سبیعہ کے پاس دو آدمی نے پیغام نکاح بھیجا، ایک جوان تھا، دوسرا عمر دراز! تو سبیعہ کا میلان جوان کی طرف ہوگیا تو بوڑھے نے کہا: سبیعہ حلال نہیں ہوئی جبکہ اس کا شوہر غائب تھا اور امید ہے کہ اس کا شوہر کہیں سے آجائے تو لوگ اسی کو ترجیح دیں گے تو سبیعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو حضور نے ارشاد فرمایا: وضع حمل کے بعد تو حلال ہو چکی ہے تو جس سے چاہے نکاح کر لے۔ [مسند احمد ۷/ ۴۵۰-۴۵۱/حدیث ۲۶۷۵]

☐ حضرت عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس چیز کو آگ نے چھولیا ہو، اس کے کھانے سے وضو کرنا لازم ہے تو میں نے یا کسی اور نے اسے مروان سے ذکر کیا تو مروان نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ ہم اس کے بارے میں کسی اور سے دریافت کریں جبکہ ہمارے درمیان امہات المومنین تشریف فرما ہیں تو مروان نے مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے نکلے تو انہوں نے ہڈیوں والا گوشت تناول کیا پھر نماز ادا فرمائی اور تازہ وضو نہیں فرمایا۔ [مسند احمد ۷/ ۴۵۰/حدیث ۲۶۱۷۰]

☐ حضرت عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں اور عبد اللہ بن عباس حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے: اے ابن عباس! آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کا ذکر کیا تھا اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ یہ دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حالانکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نہ اسے پڑھتے ہوئے دیکھا نہ اس کا حکم دیتے ہوئے سنا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت ابن زبیر اس کا فتویٰ دیتے ہیں، اتنے میں ابن زبیر بھی وہاں آگئے، انہوں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابن زبیر نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ نے بیان فرمائی ہے، حضرت امیر معاویہ نے دو صاحبان کو حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے کہنا کہ امیر المومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ عصر کے بعد کی ان دو

رکعتوں کا کیا معاملہ ہے جن کے بارے میں ابن زبیر کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں پڑھنے کا یہ حکم دیا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ روایت مجھ سے ام سلمہ نے بیان کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہیں حضرت عائشہ کے قول کی اطلاع دی، حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عائشہ پر رحم فرمائے کیا میں نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو رکعتوں کی ممانعت فرمادی تھی۔

[مسند احمد ۷/ ۲۹۴ ۴/حدیث ۲۶۰۴۶]

ان روایات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی علم وفضل، روایت ودرایت اور تدبیر وفقاہت میں کیسا اعلیٰ درجۂ اجتہاد رکھتی تھی کہ حضرات صحابہ وتابعین نے کثرت سے آپ کی بارگاہ علمی سے استفادہ کیا اور اختلاف کی صورت میں آپ کی رائے اور روایت فیصل رہی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واقعۂ شہادت امام عالی مقام یا واقعۂ حرّہ تک حیات رہیں، اس سے پہلے بھی وصال کی روایت ہے لیکن درج ذیل احادیث مبارکہ سے پہلی روایت وصال کی تائید ہوتی ہے، شہادت امام عالی مقام کی خبر دینے والی حدیث خود آپ سے مروی ہے۔

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ان سے یا حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا: میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی میرے پاس نہیں آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین شہید ہوجائے گا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا سکتا ہوں جہاں اسے شہید کیا جائے گا پھر اس نے سرخ رنگ کی مٹی نکال کر دکھائی۔

[مسند احمد ۷/ ۴۱۸ ۴/حدیث ۲۵۹۸۵]

☐ حضرت شہر بن موشب کہتے ہیں کہ جب سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو حضرت ام المومنین ام سلمہ نے اہل عراق پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں نے حسین کو شہید کردیا، ان پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے حسین کو دھوکہ دیا اور بے چارگی سے دوچار کیا، ان پر اللہ کی مار ہو، یقیناً میں نے وہ منظر بھی دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے) حضرت فاطمہ صبح صبح ایک ہنڈیا لے کر آگئیں جس میں انہوں نے حضور کے لئے عصیدہ (گھی آٹے سے بنا ہوا کھانا) بنا کر لائی تھیں، انہوں نے اسے ایک سینی میں اٹھا رکھا تھا جسے حضور کے سامنے پیش کردیا، حضور نے ان سے فرمایا: تمہارے چچازاد بھائی (علی) کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے عرض کی: اپنے گھر میں ہیں، حضور نے فرمایا: جاؤ انہیں بلالاؤ اور اپنے دونوں بچوں کو بھی لیتی آنا، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: فاطمہ اپنے دونوں بچوں کو لے کر آگئیں، ان میں سے ہر ایک ان کے ایک ایک ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور حضرت علی ان دونوں بچوں (حضرت حسن وحسین) کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، یہاں تک کہ یہ پورا قافلہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، حضور نے حضرات حسنین کو اپنی گود میں بٹھالیا، حضرت علی حضور کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہ حضور کے بائیں جانب تشریف فرما ہوئیں۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں حضور نے میرے پہلو سے خیبری چادر کھینچ لی جو مدینہ طیبہ میں ہمارے لئے سوتے وقت بستر کا کام کرتی تھی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس چادر میں سبھی موجودہ افراد کو سمیٹ لیا تو اپنے بائیں ہاتھ سے چادر کے دونوں کونوں کو تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے رب کی بارگاہ میں اٹھادیا اور عرض کی: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے، حضور نے یہ دعا تین بار فرمائی (ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں، حضور نے فرمایا کیوں نہیں؟ بالکل ہو، تو تم بھی چادر میں داخل ہوجاؤ، ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: تو میں بھی نبی کی اس دعا کے پورا ہونے کے بعد چادر میں داخل ہوگئی جو آپ نے اپنے چچازاد بھائی علی اور ان کے دونوں شاہزادوں اور اپنی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے فرمائی تھی۔ [مسند احمد ۷/ ۴۲۳/حدیث ۲۶۰۱۰]

☐ جامع ترمذی کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ سانحۂ

احوال وطن

کربلا کے وقت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باحیات تھیں، ابورافع کی اہلیہ سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی، دیکھا تو وہ رو رہی تھیں، میں نے عرض کی: آپ کیوں اشک بار ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ریش مبارک غبار آلود ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا بات ہے، حضور نے فرمایا: ابھی ابھی حسین کی شہادت ملاحظہ کی ہے۔ [مشکوۃ شریف، ص ۵۷۰، باب مناقب اہل بیت]

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی، اس ۶۱ھ سے پہلے کی روایات مرجوح ہیں، امام زرقانی نے تحریر فرمایا کہ واقعۂ حرہ ۶۳ھ کے سال ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا، عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔ [زرقانی علی المواہب ۳۰/۲۷۶]

ایک اور روایت ۶۱ھ کی ہے کہ سانحۂ کربلا کا آپ کے قلب اقدس پر ایسا صدمہ طاری ہوا کہ چند سالوں کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ کے دونوں بیٹے، سلمہ اور عمر اور بھتیجے حضرت عبداللہ بن عبداللہ قبر میں اترے، جنت البقیع میں دیگر ازواج مطہرات کے جوار میں آپ کی خوابگاہ بنی، آپ کی وفات کے بعد دنیا امہات المومنین کے مقدس وجود سے خالی ہو گئی۔

◆◆◆

ص ۵۴ کا بقیہ.......................

شاخ چیتر ادرگہ کے روحِ رواں جناب انجینئر اسماعیل شریف رضوی صاحب و مجاہد اہل سنت جناب دادا پیر رضوی صاحب اور ان کے تمام رفقا اسٹیج پر موجود تمام علما ائمہ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ بند لفافوں کے ساتھ گلپوشی کی گئی، بعدہ مخیر قوم و ملت نواز جناب غوث محی الدین باشاہ صاحب مالک "رضا ٹائرس" کے گھر مقامی و بیرونی علما کے لئے کھانے کا معقول انتظام و اہتمام رہا، اس کے علاوہ باہر سے بطورِ مہمانِ خصوصی کے تشریف لائے سبھی علما کا قیام انہیں کے گھر رہا، ان کے تمام بچوں نے اور گھر کی مستورات نے کھلانے پلانے کے ساتھ ساتھ مہمانوں کی حتی الامکان خدمت کا خصوصی خیال رکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل بانی جلسہ، ان کے تمام رفقا اور جلسے میں شریک جملہ علما و ائمہ و عمائدین کے علم و فضل میں عمل و کردار میں رزق و کاروبار میں خوب خوب برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

رپورٹ: قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی

کنوینر: آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی وانجمن اتباع اسلام

◆◆◆

رنگ ہے اترا ہوا فردوس کے رخسار کا

از قلم: محمد نعیم الدین قادری گلاپوری

استاذ جامعہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج بارہ بنکی یوپی

ایک اک گل ہے نشاط آور جویاں گلزار کا
بالیقیں صدقہ ہے یہ شہ کے لب ورخسار کا

حرفِ "لا" آیا نہیں جن کے لبِ اعجاز پر
مرتبہ کیا ہو بیاں ان کے سخی دربار کا

نور کی خیرات پا کر ہیں منور ماہ و خور
مل گیا ان کو اتارا خاکِ پائے یار کا

اپنے اپنے دور میں سب انبیا و مرسلیں
تذکرہ کرتے رہے ہیں احمدِ مختار کا

چاند تاروں کی چمک پھیکی ہے جس کے سامنے
وہ رخِ روشن ہے دیکھو مہبط انوار کا

ظالموں کے ظلم نے جینا ہے مشکل کر دیا
اب سہارا ہے حضورِ سید ابرار کا

کوچۂ سرکار کا پرنور منظر دیکھ کر
رنگ ہے اترا ہوا فردوس کے رخسار کا

جو درونِ دل بسائے رکھے حُب اہل بیت
خوف اس کو ہو نہیں سکتا کبھی بھی نار کا

اے نعیم قادری ہو خوفِ محشر کس لیے
جبکہ حامی ہے مرا لطف وکرم سرکار کا

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکرِ آخرت

پچیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

بیان اللہ کی رحمت کا کہ جس کی آرزو کی جائے

رحمتِ الٰہی بے اندازہ وسیع

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے استاذ خلیل ابن احمد سے سن کر ان کی پوری سند نقل کرتے ہوئے بطریق امام زہری از سعید ابن مسیب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

''جعل اللہ الرحمة مأة جزء ۔۔۔الحدیث۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت مبارکہ کو سو جز (یعنی حصے) کیا ہے ان میں سے ۹۹/ حصے اپنے پاس روک لئے اور صرف ایک حصہ زمین کی طرف اتارا۔ اس (۱۰۰/۱) میں ساری مخلوق (شریک ہے جبھی تو) لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مہربانی و ہمدردی (کا سلوک) کرتے ہیں حتی کہ جانور بھی (ایک دوسرے پر ترس کھاتے ہیں، مثلاً) گھوڑی اپنی ٹاپ اپنے بچے سے اٹھا لیتی (بچا کر رکھتی) ہے اس اندیشہ سے کہ کہیں بچہ نہ دب جائے۔''

رحیم کی پوری رحمت (صدفی صد) آخرت میں صالحین کے لئے

حدیث شریف: اور حضرت مصنف اپنے شیخ مذکور ہی کی پوری سند نقل کر کے بطریق اسود از عوف، حضرت حسن سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان للہ تعالی مأة رحمة اہبط منہا رحمة واحدة الی اہل الدنیا-الحدیث۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں (گویا) سو ہیں، ان میں سے صرف ایک رحمت اہل دنیا کی طرف ڈھلکائی ہے، وہ (ایک ہی) خلق خدا کو اُن کے آخری وقت تک کے لئے کشادہ اور کافی وافی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس رحمت کو (مخلوق سے) قبض فرما کر اپنی ننانوے رحمتوں کے ساتھ ضم فرمائے گا، تو اس دن اپنی کامل سو رحمتیں اپنے ولیوں اور فرماں بردار بندوں کیلئے کر دے گا۔''

بندوں پر مولائے رحیم و کریم کا شکر لازم

توضیح: (حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو مسلمانوں سے رحمت خداوندی کی وسعت بیان فرمائی، صرف اس لئے بیان فرمائی تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس لطف و کرم پر، اُس کی وسیع رحمت پر اُس کی حمد و ثنا کریں اور شکر گذاری میں لگیں اور (اصل شکر و حمد یہ ہے کہ) نیک عمل کرنے میں مشغول ہوں۔ کیونکہ جس بندے کو اللہ کی رحمت کی (سچی) آس ہوگی تو وہ بے شک نیک عمل کرے گا، بلیغ کوشش و محنت کرے گا تاکہ اس کی رحمت سے (حصہ وافر) ہاتھ آئے، یہ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ o۔ (ترجمہ) بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔''

[سورۂ اعراف–۵۶/کنز الایمان]

اور دوسری جگہ یوں فرمایا ہے:

''فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاء رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً۔ (ترجمہ) تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔'' [سورۂ کہف–آخری آیت/کنز الایمان]

اور تیسری جگہ فرمایا:

''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ (ترجمہ) اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔'' [سورۂ اعراف–۱۵۶/کنز الایمان]

یہاں۔ **كُلَّ شَيْءٍ**۔ سے کیا مراد ہے؟

تفسیر و شان نزول: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے،فرمایاجب یہ آیت کریمہ ﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾ نازل ہوئی تو ابلیس علیہ اللعنۃ نے گردن اُچکائی (یعنی پُرامید ہوا) اور بولا: انا شئ من الاشیاء۔ میں بھی ایک شی ہوں اشیا میں سے تو مجھے بھی اس کی رحمت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوگا اور یہودیوں، نصرانیوں نے بھی گردن اٹھائی (یعنی رحمت کے امید وار ہوئے) پھر جب آیت کا اگلا جز ﴿فَسَأَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکَاۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِآیَاتِنَا یُؤْمِنُوْنَ٥﴾ نازل ہوا (۱) تب ابلیس لعین تو رحمت الٰہی کے حصول سے بالکل مایوس ہوگیا (یعنی آیت کے جز اول سے جو آس بندھی تھی، ٹوٹ گئی) اور یہود و نصاریٰ (کی آس ابھی قائم رہی، انہوں) نے کہا کہ ہم شرک (یعنی بت پرستی) سے بھی بچتے اور زکاۃ بھی دیتے ہیں اور اس کی آیتوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں (لہٰذا احاطۂ رحمت الٰہی میں ہم داخل ہیں لیکن) جب (اس کے بعد والی) آیت کریمہ ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْأُمِّیَّ-الاٰیۃ﴾ نازل ہوئی (۲) تو اب یہود و نصاری بھی مایوس ہو گئے (ان کی بھی بندھی ہوئی آس ٹوٹ گئی)

ثمرہ: تو (معلوم ہوا کہ) اللہ کی رحمت (آخرت میں) بالخصوص مسلمانوں ہی کیلئے متعین ہے (۳) لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اس کی حمد وثنا کرے اس کی اس نوازش پر جو اُس نے ہم پر کی ہے کہ نعمت اسلام سے نوازا، مسلمانوں کی جماعت میں لیا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کیا) اور پھر یہ بھی فرض ہے کہ ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی سعی بھی کرتا رہے اور اپنی تقصیرات کی معافی بھی چاہتا رہے اور برابر توبہ واستغفار کرتا رہے۔ جیسا کہ حضرت یحی ابن معاذ رازی (علیہ الرحمۃ والرضوان) سے منقول ہے آپ (اپنی دعا میں) اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الٰہی! تو نے ہماری طرف (سو رحمتوں میں سے ابھی) ایک رحمت اتاری ہے اور اس ایک ہی رحمت سے تو نے ہم پر اتنی بڑی نوازش فرمائی کہ اسلام کی نعمت دی۔ تو جب تو ہم مسلمانوں پر (اپنے فضل سے) پوری سو رحمتیں اتارے گا تو ہم کیونکر تیری رحمت سے پُرامید نہ ہوں اور تیری مغفرت کی آس کیوں نہ لگائیں۔ (یعنی تیرے کرم سے اگر ایمان مرتے دم تک سلامت رہا تو تیری رحمت کاملہ خاصہ سے پوری امید ہے کہ ہمارے گناہ تو ضرور بخش دے گا)

کتنا اچھا طرزِ سوال

دعائے یحییٰ: اور انہیں (بزرگ) سے یہ بھی منقول ہوا کہ آپ نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کیا: الٰہی! اگر تیرا ثواب، فرماں بردار بندوں کے لئے متعین ہے اور تیری رحمت گنہگاروں کے لئے خاص ہے اور میں اگرچہ نیکوکار تو نہیں ہوں پھر بھی تیرے ثواب سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ گنہگار ہوں اسی لئے تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔

طلب جنت کا انداز بھی کتنا پیارا

دیگر دعائے یحییٰ: اور آپ ہی سے منقول ہے کہ عرض کیا: الٰہی! تو نے جنت بنائی اور اس کو اپنے اولیاء کے لئے ضیافت ومہمانی کا مقام ٹھہرایا ہے اور تو نے اس سے کافروں کو بالکل مایوس کردیا ہے اور فرشتے جو پیدا فرمائے انہیں جنت کا حاجت مند نہیں کیا ہے اور تو خود جنت سے بے نیاز ہے تو اگر جنت تو نے ہمیں نہیں دی تو پھر آخر (اتنی بڑی) جنت کس کے لئے ہوگی؟

مخلصانہ خوف ہی موجب نجات ہوگیا

حکایت از حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنی پوری سند لاکر بطریق عطیہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

''لقد دخل رجل الجنۃ ما عمل خیراً قط.............. الحدیث۔ (ترجمہ) (اگلے وقتوں کا) ایک ایسا مسلمان، مستحق دخول جنت ہوا جس نے کبھی بقیہ ص ۲۹ / پر

---

[۱] (ترجمہ آیت) یعنی میری رحمت اگرچہ بے حد وسیع ہے حتی کہ ہر چیز کو محیط ہے مگر میں عنقریب اسے ان کے لئے لکھوں گا جو (شرک وکفر اور معاصی سے) پرہیز کریں اور (اللہ سے) ڈریں اور زکوٰۃ دیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لائیں (یعنی مرتے دم تک مانتے رہیں)، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۲] (ترجمہ) یعنی وہ جو اس رسول، نبی امی کی پیروی کریں گے (یعنی ان کی رسالت ونبوت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے طریقہ پر چلیں گے)، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی اس کی رحمت خاصہ میں داخل شامل رہنے کیلئے صرف اہل اسلام اہل حق وصلاح ہی بچے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

عید قرباں! فضائل و مسائل

اسلامیات

قربانی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، وہ بڑھاپے میں نصیب ہونے والے اپنے اکلوتے لخت جگر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لیے تیار ہوئے اور سعادت مند بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ذبح ہونے کے لیے تیار ہوئے۔ اللہ رؤوف ورحیم کو باپ بیٹے کی یہ بے مثال اطاعت اور تابع داری پسند آئی اور اس نے حضرت اسماعیل کی جگہ اپنی طرف سے مینڈھا بھیج دیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا، اللہ نے ان کی اس سنت کو ان کے بعد آنے والے لوگوں میں ہمیشہ کے لیے جاری فرمادیا، اس واقعہ کا ذکر اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں بایں الفاظ فرمایا ہے:

''اور (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا میں (ہجرت کرکے) اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دے گا، الٰہی مجھے لائق اولاد دے، تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی، پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچالیا۔''

[الصّٰفّٰت: ۹۹ – ۱۰۸ / ترجمہ کنزالایمان]

نبی کریم ﷺ بھی اس سنت ابراہیمی کا اہتمام فرماتے اور امت کو بھی اس کا اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے تھے؛ بلکہ نبی کریم ﷺ نے امت سے یہاں تک فرمادیا کہ جو استطاعت رکھتا ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کی طرف نہ آئے، یاد رہے کہ قربانی کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی، جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے لگاتار کیا اور کسی سال بھی نہ چھوڑا ہو تو یہ اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے، علاوہ ازیں خود قرآن کے بعض آیات سے بھی قربانی کا وجوب ثابت ہے۔

قربانی کی فضیلت واہمیت:

احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے قربانی کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت بیان فرمائی ہے؛ چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، لوگوں نے عرض کیا: تو ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی، لوگوں نے عرض کیا: اور بھیڑ میں اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: بھیڑ میں بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔'' [ابن ماجہ، رقم: ۳۱۲۷]

قربانی کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، اس لیے امت مسلمہ سے درخواست ہے کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کریں جو اسلام کے شعائر میں سے ہے اور اس سلسلہ میں جن شرائط وآداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، انہیں اپنے سامنے رکھیں اور قربانی کا جانور خوب دیکھ بھال کر خریدیں، قربانی سے متعلق مسائل آئندہ سطور میں درج کیے جارہے ہیں۔

* مضمون نگار سوناپور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

قربانی کے متعلق چند اہم مسائل

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کرے، اس لیے کہ گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے۔ مسئلہ: قربانی کے وقت میں ہی قربانی کرنالازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ ناکافی ہے۔ مسئلہ: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ ہو کیوں کہ ہوسکتا ہے کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے، یعنی تین دن، دوراتیں۔ مسئلہ: پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے، پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے۔ مسئلہ: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے، لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے، یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے۔ مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: اونٹ، گائے، بکری، ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں، نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے، بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے، بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ مسئلہ: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی اور بکری ایک سال کی، اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔ مسئلہ: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کی برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جب کہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جب کہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔ مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں، جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا تو ناجائز ہے، اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ مسئلہ: اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں، اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے، جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے۔ مسئلہ: جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ مسئلہ: گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ [ملخصاً، بہار شریعت، ج ۳ رص ۳۳۱–۳۴۳]

قربانی کے متعلق ملحدین کے اعتراض

آج کل بعض نام نہاد دانشور اور کچھ ملحد و بے دین لوگ قربانی پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قربانی کرنا پیسے اور وقت کا ضیاع ہے، ہر سال قربانی کرنے کے بجائے رقم فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف ہونی چاہیے، قربانی پر پیسے ضائع کرنے کے بجائے یہی اگر کسی غریب کو دے دیا جائے تو کئی لوگوں کا بھلا ہو جائے، قربانی کرنے سے جانوروں کی قلت کا خدشہ ہوتا ہے اس لیے جانوروں سے پیار کرتے ہوئے ان کی قربانی نہیں کرنی چاہیے، حالانکہ ان کی یہ باتیں شرعاً و عقلاً قابل قبول نہیں، اس جدید ذہن کی حالت یہ ہے کہ اسے غریبوں کا خیال صرف عید قربان پر خرچ ہونے والی رقم کے وقت ہی آتا ہے جو کہ ہر لحاظ سے غریب دوست رسم ہے، البتہ اسے ان کھربوں روپے کا ضیاع دکھائی نہیں دیتا جو ہر روز امیر لوگ پیزوں اور برگروں پر اڑا بقیہ ص ۲۹ ر پر

بارھویں قسط

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی *

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ سالہ دردناک سفر

احوال وطن

گزشتہ سے پیوستہ

2005 اکتوبر 13–14: مئو (اتر پردیش) 42% ہندو، 58% مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلی: ملائم سنگھ یادو، سماج وادی پارٹی، اگست 2003– مئی 2007 مئوناتھ بھنجن (اتر پردیش) میں ہندوؤں کے تہوار پر شدید ہنگامہ ہوا، دسہرہ اور ماہ رمضان ایک ساتھ پڑے، مسلم اکثریت والے اس علاقے میں مسلمان بنکروں میں کشیدگی اس وقت پیدا ہوئی جب ہندوؤں نے" بھرت ملاپ" کے رامائن کا منظر پیش کیا۔ ایک مسجد کے قریب رک کر لاؤڈ اسپیکر سے شور شرابہ کیا، رمضان کا مہینہ تھا تراویح کی نماز پڑھی جا رہی تھی، فریقین کے معاہدے کے خلاف یہ ہنگامہ تھا، چونکہ دونوں برادریوں کے درمیان معاہدہ تھا اس لیے جب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو ہندو گروہ رکنے پر آمادہ ہوگیا لیکن پھر اگلے دن، ہندو یوواہنی (HYV) کے کارکنوں نے، ایک نوجوان ملیشیا جس کی بنیاد جارحانہ انداز میں رکھی گئی تھی، اس کی شمولیت ہوئی، قریبی گورکھپور حلقہ کے بی جے پی ایم پی یوگی آدتیہ ناتھ جو اب وزیر اعلی ہیں، مسجد کے قریب آئے اور دوبارہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا، تو مسلمانوں نے احتجاج کیا، ایچ وائی وی کے کارکنوں نے فائرنگ کی، جواب میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی دکانوں پر حملہ کیا، جوابی کارروائی کی حوصلہ افزائی آزاد مسلم ایم ایل اے مرحوم مختار انصاری (جن کا 2024 میں انتقال ہوا) صاحب نے کی، اس فساد میں مختار انصاری کا نام سرفہرست رہا، سرکاری رپورٹس میں نو اموات درج کی گئیں جب کہ اخبارات نے 14 ہلاکتوں کی اطلاع دی۔ 2006 وڈودرا فسادات وڈودرا فسادات کو 2006 کے درگاہ فسادات کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اسی سال 1 مئی کو ہندوستان کی ریاست گجرات کے شہر وڈودرا میں یہ فساد پیش آیا تھا، یہ فسادات میونسپل کونسل کی جانب سے قرون وسطی کے ایک صوفی بزرگ سید چشتی رشید الدین کی درگاہ کو ہٹانے کے فیصلے کی وجہ سے ہوئے تھے، مزار دو سے تین سو سال پرانا تھا، اس واقعے کے نتیجے میں چھ سے آٹھ افراد ہلاک اور بیالیس زخمی ہوئے، ان میں سے سولہ افراد پولیس کی فائرنگ سے زخمی ہوئے تھے، پہلے دن ایک اندازے کے مطابق اٹھارہ افراد زخمی اور اڑتیس کو زیر حراست لیا گیا، پولیس نے کہا کہ انہوں نے پہلے تو ہجوم پر قابو پانے کی کوشش میں آنسو گیس اور لاٹھیوں کا استعمال کیا تھا، لیکن ان کے پاس گولی مارنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچا تھا۔

2 مئی کو کئی علاقوں میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تشدد کے واقعات ہوئے۔ 3 مئی کو ریاستی حکومت نے درخواست کی کہ وفاقی حکومت اضافی سیکیورٹی اہل کار فراہم کرے۔ اسی دوران ایک مسلمان شخص کو اس کی گاڑی میں 1500 کے کثیر ہجوم نے جلا کر ہلاک کر دیا تھا، مزید آتش زنی کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے تھے۔ لوگوں کو احتیاط کے طور پر اجابدی ملز کے علاقے سے بھی نکالا گیا تھا، فرنٹ لائن نے اس واقعے کو 2002 کے فسادات کے برعکس لکھا، یہ صرف ایک جھڑپ تھی، دو برادریوں کے درمیان اچانک جھڑپیں ہوئیں۔ 2002ء کی طرح دونوں طرف سے بے گناہ لوگوں کا جانی نقصان ہوا لیکن بہت ہلکے پیمانے پر۔ 2002 کا تشدد کہیں زیادہ وسیع تھا، گجرات کے وزیر داخلہ امیت شاہ نے کہا کہ واقعے کے نتیجے میں نیم فوجی دستوں کو تعینات کیا گیا تھا اور گجرات کے پانچ اضلاع میں سیکورٹی بڑھا دی گئی تھی۔ (Verma and Khan 2005)(Engineer 2006)

........جاری

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

چترادرگہ میں اشاعت سنیت کانفرنس اور ادارہ شرعیہ کا قیام

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ چترادرگہ، مرکز اہل سنت مسجد اعظم، جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چترادرگہ کے بینر تلے ۱۰؍مارچ ۲۰۲۴ء مطابق ۲۸؍شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ بروز اتوار بعد نمازِ مغرب شہر چترادرگہ کرناٹکا میں عالی جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی متولی مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ کی صدارت میں تیئیسویں عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس بنام ''اشاعت سنیت''، منعقد کی گئی، جس میں بحیثیت مہمانانِ خصوصی شہزادۂ صدر الشریعہ نائب قاضی القضاۃ فی الہند حضور محدثِ کبیر حضرت علامہ شاہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہم، دامادِ حضور محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی محمد شاہد رضا امجدی، شہزادۂ حضور محدثِ کبیر حضرت مفتی محمد ابو یوسف امجدی کی شرکت رہی۔

اس عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس کے موقع پر اشاعت دین وسنیت کی خاطر کئی اہم فیصلے لئے گئے، جن میں سب سے اہم فیصلہ ''ادارۂ شرعیہ'' کا قیام اور اس کے لئے بحیثیت ''چیف قاضی'' خلیفۂ حضور تاج الشریعہ الماسِ ملت حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی صاحب کا تقرر تھا، اس کے علاوہ ''آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی'' کے ضلعی شاخوں کی کارکردگی میں تیزی لانے اور عوام الناس کو رویتِ ہلال کے مسائل سے روشناس کرانے کے لئے فیصلے لئے گئے، اسی کے ساتھ مفتی صاحب کو کرناٹکا میں ان کی پچیس سالہ دینی خدمات کو سراہتے ہوئے اُنہیں حضور محدثِ کبیر دام ظلہم کے مبارک ہاتھوں ''تاج الشریعہ ایوارڈ'' سے نوازا گیا، اس موقع پر حضور محدثِ کبیر دام ظلہم ہی نے انہیں ضلع ''چترادرگہ'' کے لئے شرعاً قاضی ہونے کا اعلان بھی کیا۔

اس کانفرنس کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی رہی کہ کانفرنس کے ذریعہ پوسٹر کے یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ اپنے گھروں میں موجود مترجم قرآن پاک کا پرانا نسخہ لائیں اور کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کا نیا نسخہ لے کر جائیں، الحمدللہ! بڑی تعداد میں لوگوں نے اس اسکیم کا فائدہ اٹھایا اور وہابیہ و دیابنہ بدمذہبوں کے ترجمے کنزالایمان سے تبدیل کئے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہر سال علمائے اہل سنت کی تصانیفات میں سے خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تصانیفات میں سے کوئی نہ کوئی کتاب جو بنام اشاعت سنیت کے طور پر چھپوا کر مفت تقسیم کی جاتی رہی ہیں، اس سال بھی اس سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے کئی کتابیں مفت تقسیم کی گئیں اور اس مبارک موقع پر از سر نو جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ کا حضور محدثِ کبیر دام ظلہم کے ہاتھوں افتتاح کرایا گیا، اسی کانفرنس میں راقم الحروف اپنی تقریر کے دوران رویتِ ہلال کے چند ضروری مسائل بتاتے ہوئے اُن تمام خودساختہ محققین کی تحقیقات کی جو خبر مستفیض کے نام پر موبائل کے ذریعہ چاند کی خبر لے کر اعلانات کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جمہور اکابرینِ اہل سنت سے اختلاف کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہی کی اور لے جارہے ہیں، ایسوں سے بچنے کی تاکید کی نیز یہ بھی بتانے کی کوشش کی کہ آج کا نوجوان طبقہ دین کے مسائل سوشیل میڈیا، یوٹیوب چینل کے یوٹیوب مفتیوں سے سیکھنے کی کوشش کررہا ہے، تو انہیں اس بات سے آگاہ کرایا جائے تاکہ دین وسنیت اور ایمان وعقیدے کی باتیں سوشیل میڈیا سے نہ سیکھی جائیں بلکہ علما و ائمہ کی بارگاہوں میں بالمشافہ پہنچ کر سیکھیں تبھی جاکر صحیح معنوں میں ہمیں دین سے آگاہی ہوسکتی ہے، ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت ہوسکتی ہے ورنہ جس طرح بدعقیدہ گمراہ قسم کے لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھے یوٹیوب چینلوں سے لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں، اس سے بچنا عوام الناس کے لئے مشکل ہوتا جارہا ہے۔

اسی لئے بڑی سختی کے ساتھ راقم نے شرکائے کانفرنس سے اس بات کا عہد لیا کہ آج کے بعد دین وسنیت کو سمجھنے کے لئے ہم یوٹیوب چینلوں یا سوشیل میڈیا کے کسی بھی پلیٹ فارم کا ہرگز ہرگز استعمال نہیں کریں گے، چاہے ان چینلوں میں سنی علما ہی

کیوں نہ بولیں ہم ان سے بھی بچیں گے چونکہ اکثر لوگوں کا سوال ہوتا ہے کہ وہابیہ، دیابنہ، روافض اور شیعہ وغیرہ روزانہ ٹی وی چینلس اور سوشیل میڈیا پر یوٹیوب چینلوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے تو پھر کیوں نہ ہمارے علما انہیں کی طرح اپنے اپنے چینل بنا کر ان کا جواب دیں؟ اور لوگوں کو عقائد صحیحہ کی پہچان کرائیں؟

راقم نے اس کا مختصر جواب یہ دیا کہ اگر ہم ان لوگوں کی طرح حرام و ناجائز طریقے کار (ویڈیو بازی، تصویر کشی) کو اپناتے ہوئے جواب دیں تو اہل علم اس بات میں صحیح وغلط کا امتیاز کر لیں گے کہ ان یوٹیوب چینلوں پر سنی بول رہا ہے یا وہابی؟ مگر عوام الناس کی کون گیارنٹی لے گا کہ یہ صرف ہم سنی یوٹیو بر مولویوں کو ہی سنیں گے؟ کیونکہ ان کے پاس اتنا علم تو ہوتا نہیں ہے کہ وہ اس بات کا فرق کر سکیں کہ ہم جس کو سن رہے ہیں وہ صحیح العقیدہ سنی ہے یا کوئی نام نہاد سنی ہے؟ جو سنیت کا لبادہ اوڑھے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

اس لئے اگر لوگ مطلق ان تمام ذرائع (ویڈیوز بازی و تصویر کشی) سے بچے رہیں اور یوٹیوب چینل وغیرہ دیکھیں ہی نہیں تو ممکن ہے کہ اپنا ایمان وعقیدہ بچا لیں، ورنہ ان یوٹیوب چینلوں اور دیگر سوشیل میڈیا پر جاری ہونے والی ویڈیوز دیکھ دیکھ کر ایک تو لوگ حرام کاموں میں ملوث ہوں گے، دوسرے یہ کہ سنی وہابی میں امتیاز کئے بغیر ہر کس و ناکس کے ویڈیوز دیکھ کر اپنا ایمان گنواتے رہیں گے، ایمان وعقیدہ بچانے کی بہتر صورت یہی ہے کہ ہم مطلق تمام یوٹیوب چینلوں سے اجتناب کریں اور قوم کو اس سے بچنے کی ترغیب دیں تا کہ

نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری

دوران تقریر راقم نے اُن سبھی حضرات کی خدمات کو بھی سراہا جو ۳۵؍سالوں سے جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی کی قیادت میں شہر چتر ادرگہ اور اطراف واکناف میں شرعی طور پر عید الفطر و عید الاضحیٰ منانے کے لئے شرعی قوانین کے تحت علمائے اہل سنت کی رہبری میں شہادتِ شرعی حاصل کرتے آرہے ہیں اور ان سبھی لوگوں کے خدمات کو بھی سراہا گیا جو آل کرناٹکا سنی رویت ہلال کمیٹی سے جڑ کر ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے شہر چتر ادرگہ اور اطراف واکناف کے شہروں میں لوگوں کو شرعی طور شرعی شہادتیں پہنچا کر صحیح طور پر عیدیں منانے کے لئے راہیں ہموار کرتے آرہے ہیں۔

اس ضمن میں صوبہ کرناٹکا میں پیش پیش رہنے والی یوں تو بہت ساری تنظیمیں ہیں، اگر ہم ہر شہر کی تنظیموں اور مساجد کی بات کریں تو فہرست طویل ہو جائے گی جو آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی سے جڑ کر کام کر رہی ہیں، لیکن سردست شہر چتر ادرگہ کے مساجد اور تنظیموں میں سر فہرست ''انجمن اتباعِ اسلام، مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ، سلطانی سنی جامع مسجد، مکہ مسجد کمیٹی، آل کرناٹکا رضا اکیڈمی، جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ چتر ادرگہ، جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چتر ادرگہ اور غوثِ اعظم کمیٹی آزادنگر کے اسماذ کر کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے جن کے عہدے داران آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی میں نمائندوں کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

کانفرنس میں ان حضرات کی خدمات کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا گیا جو ماضی میں علمائے اہل سنت کے مشوروں پر کام کرتے رہے اور وہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں رہے، یوں تو اُن حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے مگر ان میں سے چند افراد کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہوئے چند عمائدین کے نام پیش کئے جا رہے ہیں، سر فہرست حضرت فضل رحیم عرف مدار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اِن کے وہ تلامذہ، مریدین ومتوسلین جنھوں نے کما حقہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہ کر کام کئے، جب کہ آج انہیں کا نام لے کر چند لوگ عوام الناس کو دھوکا دینے میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم حضرت مدار شاہ علیہ الرحمہ کے ماننے چاہنے والوں میں سے ہیں، مگر آج جب ان کا عمل دیکھا جائے تو وہ لوگ منہاجیت اور نیم رافضیت کے شکار ہو کر لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، شہر چتر ادرگہ کے وہ غیور عمائدین جو مرکز اہل سنت مسجد اعظم وانجمن اتباع اسلام کے عہدے دار وارکان رہے۔

خیر و خبر

جناب مرحوم ایڈوکیٹ عبدالرحیم صاحب، جناب مرحوم نصراللہ صاحب عرف ''مولانا'' جناب مرحوم عبدالرزاق صاحب رضوی، جناب مرحوم پٹیل نوراللہ صاحب عرف ٹھاکر، جناب مرحوم ظفراللہ صاحب اور آج الحمدللہ جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی متولی مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ و بانی وصدر آل کرناٹکا رضا اکیڈمی کی قیادت میں جناب غوث محی الدین باشاہ صاحب، جناب ایڈوکیٹ محمد عبدالجلیل ذوالفقار صاحب، جناب انجینئر اسماعیل شریف صاحب، جناب سید اسماعیل صاحب فروٹ مرچنٹ نائب متولی مسجد اعظم، جناب وزیر صاحب فارسٹ ڈپارٹمنٹ، جناب الحاج محمد علی صاحب، جناب عنایت اللہ رضوی صاحب، جناب عظمت اللہ رضوی صاحب، جناب محمد ناصر رضوی، محمد ذاکر رضوی سلمہ، داداپیر رضوی سلمہ، صفدر علی رضوی سلمہ، محمد علی عرفی محمدی سلمہ، محمد مشاہد رضا قادری سلمہ، محمد فیضان رضا قادری سلمہ، محمد خواجہ رضا رضوی سلمہ، محمد ناصر صاحب سلمہ۔

یہ وہ حضرات ہیں جو ہمیشہ مسلک ومذہب کی ترویج واشاعت کے لئے مقدمۃ الجیش کی شکل میں تیار رہتے ہیں، بالخصوص ایڈوکیٹ محمد اشفاق احمد لیاقتی رضوی صاحب جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کسی بھی طرح کے نام ونمود کے بغیر ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی صاحب کی نیابت کرتے ہوئے ہر ایک دینی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور انھیں کامیابیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔

الحمدللہ! کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ان حضرات کی بڑی کوششیں رہی ہیں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ جس اتحاد واتفاق کے ساتھ اس شہر چترادرگہ میں سوادِ اعظم اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں یہاں کے علما وعمائدین اور نوجوانانِ اہل سنت لگے ہوئے ہیں، ان تمام کو اسی طرح تادمِ آخر دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں لگے رہنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان سبھی حضرات کو تادمِ آخر صحت وعافیت کے ساتھ اُن کے تمام کاروباروں میں، رزق میں، عمر میں دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔

کانفرنس میں خصوصیت کے ساتھ درج ذیل علما شریک رہے: حضرت مولانا شاہد رضا مرکزی خطیب وامام مرکز اہل سنت مسجد اعظم، حضرت مولانا سید محمد انصار رفاعی مصباحی صاحب خطیب وامام سلطانی جامع مسجد اہل سنت والجماعت، حضرت مولانا شاکر القادری صاحب، حضرت مولانا طاہر حسین اشرفی خطیب و امام مسجد غوثِ اعظم، حضرت مولانا ذاکر حسین رضوی مصباحی مرادآبادی خطیب وامام مکہ مسجد، حضرت مولانا غلام جیلانی رضوی بیابانی مسجد گلشنِ مدینہ، محمد وزیر صاحب رضوی خطیب وامام مدینہ مسجد چیل گڈا، حضرت مولانا ناظم علی رضوی مدرس جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چترادرگہ، حضرت حافظ مولیٰ علی رضوی صاحب نائب امام مسجد اعظم، حضرت مولانا راشد اقبال اشرفی رضوی صاحب سنی جامع مسجد ہوسدرگہ، مولانا فخرِ عالم رضوی صاحب، مولانا سمیر رضا رضوی صاحب، مولانا غلام محمد غوث رضوی صاحب، مولانا عبدالغنی رضوی صاحب، مولانا ریاست رضا صاحب، مولانا بہاء الدین رضوی صاحب، مولانا شاداب رضا رضوی صاحب، مولانا ابراہیم رضا صاحب، ان علما وائمہ کے علاوہ بھی شہر و بیرونی شہر سے تشریف لائے سیکڑوں علما وائمہ کی شرکت رہی۔

اوّل تا آخر اس کانفرنس کی نظامت حضرت مولانا محمد فیاض علی رضوی خطیب وامام مسجد گلشنِ بغداد بنگلور نے نبھائی، دوران تقاریر موقع ومناسبت سے نعت ومنقبت شاعر اسلام محمد مظفر رضا بریلوی و مدح خوان مصطفیٰ مولانا داداپیر نظامی کڈوری پیش کرتے رہے، حضور محدثِ کبیر علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ امجدی دام ظلہم العالی کے ہاتھوں شہر اور اطراف واکناف سے آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوئے، ساتھ ساتھ جلسے میں شریک ہزاروں کی تعداد میں پردہ نشین مستورات اور وہ خصوصی مبلغات جو سالوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں لگی ہوئی ہیں، ان تمام نے بھی حضرت کے ہاتھوں مرید ہوکر داخلہ سلسلہ ہوئیں، بعدہ حضرت کے رخت آویز نصیحتوں سے لوگ مستفید ہوئے، آخر صلوٰۃ وسلام اور دعا کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا، کانفرنس کے اختتام پر جماعت رضائے مصطفیٰ بقیہ ص ۴۷ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کااندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

JUNE-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan